ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
22
تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام
مسلسل اشاعت کا
31 واں سال
تنظیم اسلامی کا ترجمان
7 تا 13 ذوالقعدہ 1443ھ/7 تا 13 جون 2022ء

سب سے بڑی کامیابی

’’حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے خرید لی ہیں مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔ وہ لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں‘ پھر قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں۔ یہ وعدہ ہو چکا اللہ کے ذمہ پر سچا تورات‘ انجیل اور قرآن میں‘ اور کون ہے جو اپنے وعدے کا پورا کرنے والا ہو اللہ سے بڑھ کر؟ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے اس سے کیا ہے‘ اور یہی ہے بڑی کامیابی‘‘۔ (التوبہ: 111)

یہ آیت قرآن مجید کی اہم ترین آیات میں سے ایک ہے‘ بدقسمتی سے آج ہماری زندگیوں میں اس آیت کی وہ اہمیت نہیں رہی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں اس کو حاصل تھی۔ یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ مومن اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک خرید و فروخت کا معاملہ ہوتا ہے۔ ایمان لانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو‘ اپنی صلاحیتوں اور اوقات کو‘ اپنے وسائل اور اموال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں کھپا دینے کے لیے آمادہ ہے‘ اور ان تمام قربانیوں کے عوض اس سے موت کے بعد کی زندگی میں جنت کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ یہ وہ سودا ہے جو مومن اور اللہ تعالیٰ کے مابین انجام پاتا ہے۔ اس سودے کے نتیجے میں اہل ایمان اللہ کے راستے میں جنگ کرتے ہیں تاکہ اللہ کے دین کا بول بالا ہو۔ اس جنگ میں وہ اللہ کے دشمنوں کو بھی قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہوتے ہیں۔

...... یہ وعدہ اللہ نے کیا ہے اور وہ لازماً اسے پورا کرے گا۔ اس نے یہ وعدہ تین مرتبہ کیا ہے‘ تورات میں‘ انجیل میں اور پھر قرآن مجید میں۔ اور اللہ سے زیادہ اپنے قول کا سچا اور وعدے کا پورا کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے؟ لہٰذا اس سودے پر جو تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے خوشیاں مناؤ۔ تم سے جو کچھ قربان کرنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے وہ نہایت حقیر شے ہے اور جس کا وعدہ کیا جا رہا ہے وہ ابدی راحت ہے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے جو کسی انسان کو حاصل ہو سکتی ہے۔

(محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی تحریر ’’اسلامی نظم جماعت میں بیعت کی اہمیت‘‘ سے اقتباس)

اس شمارے میں

سود ایک کا لاکھوں کے لیے....
طاغوت کی غلامی سے نجات مگر کیسے؟
اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے جنگ
حقیقی آزاد مارچ کا ڈراپ سین
سیدہ اُم کجہ انصاریہ رضی اللہ عنہا
مرگِ خاموشی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کو دعوت

سورۃ الشعراء | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 15 تا 18

قَالَ كَلَّا ۚ فَاذۡهَبَا بِاٰيٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمۡ مُّسۡتَمِعُوۡنَ ﴿۱۵﴾ فَاۡتِيَا فِرۡعَوۡنَ فَقُوۡلَاۤ اِنَّا
رَسُوۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۶﴾ اَنۡ اَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اَلَمۡ
نُرَبِّكَ فِيۡنَا وَلِيۡدًا وَّلَبِثۡتَ فِيۡنَا مِنۡ عُمُرِكَ سِنِيۡنَ ﴿۱۸﴾

آیت: ۱۵ ﴿قَالَ كَلَّا ۚ فَاذۡهَبَا بِاٰيٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمۡ مُّسۡتَمِعُوۡنَ ﴿۱۵﴾﴾ ’’اللہ نے فرمایا: ہرگز نہیں! تو تم دونوں جاؤ ہماری نشانیوں کے ساتھ‘ ہم یقیناً تمہارے ساتھ ہیں‘ سب سننے والے ہیں۔‘‘

آیت: ۱۶ ﴿فَاۡتِيَا فِرۡعَوۡنَ فَقُوۡلَاۤ اِنَّا رَسُوۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۶﴾﴾ ’’تو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ ہم رسول ہیں ربّ العالمین کے۔‘‘

آیت: ۱۷ ﴿اَنۡ اَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ﴿۱۷﴾﴾ ’’کہ بھیج دو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو۔‘‘

کہ اب تم بنی اسرائیل کو مزید تنگ نہ کرو اور انہیں آزاد کر کے ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دے دو۔

آیت: ۱۸ ﴿قَالَ اَلَمۡ نُرَبِّكَ فِيۡنَا وَلِيۡدًا وَّلَبِثۡتَ فِيۡنَا مِنۡ عُمُرِكَ سِنِيۡنَ ﴿۱۸﴾﴾ ’’فرعون نے کہا کہ کیا ہم نے تمہیں چھوٹے ہوتے اپنے ہاں پالا نہیں تھا؟ اور تم نے اپنی زندگی کے کئی سال ہمارے ہاں گزارے ہیں۔‘‘

یہ قرآن مجید کا خاص اسلوب ہے کہ کوئی واقعہ بیان کرتے ہوئے اس کی غیر ضروری تفاصیل چھوڑ دی جاتی ہیں۔ چنانچہ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر پہنچنے اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے ساتھ فرعون کے دربار میں جا کر اسے دعوت دینے سے متعلق تمام تفصیلات کو چھوڑ کر فرعون کے جواب کو نقل کیا گیا ہے کہ کیا تم وہی نہیں ہو جس کو ہم نے دریائے نیل میں بہتے ہوئے صندوق سے نکالا تھا اور پھر پال پوس کر بڑا کیا تھا؟ فرعون کے جواب کا مفہوم کچھ یوں ہوگا کہ تم ہمارے ٹکڑوں پر پلے ہو اور آج اللہ کے رسول بن کر ہمارے ہی سامنے آ کھڑے ہوئے ہو۔ ہماری بلی اور ہمیں کو میاؤں!

درس حدیث

بے گناہ قیدی کی رہائی کا انتظام کرو

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((عُوْدُوا الْمَرِیْضَ وَاَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَفُکُّوا الْعَانِیَ)) (بخاری)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بیمار کی عیادت کرو اور بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو چھڑاؤ۔‘‘

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مریض کی عیادت کرنے، بھوکے کو کھانا کھلانے کا حکم دیا ہے اور جو مسلمان جنگ کے نتیجہ میں کسی غیر اسلامی ریاست کا قیدی بن جائے یا اسے ناحق حوالات یا جیل میں بند کر دیا جائے، اس کی رہائی کا انتظام کرنا چاہیے۔ افسوس ہے کہ ہمارے دور میں بے گناہوں پر جھوٹے مقدمات دائر کرنے اور ان کو سزا دلوانے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ اس طرح کے ستم رسیدہ لوگوں کی مدد کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
7 تا 13 ذوالقعدہ 1443ھ جلد 31
7 تا 13 جون 2022ء شمارہ 22
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات

انسان اِس دنیا کا واحد جاندار ہے جو جسد اور روح کا مرکب ہے۔ باقی تمام جاندار جسد تو رکھتے ہیں لیکن بے روح ہوتے ہیں لہٰذا ان جانداروں کے سامنے صرف جسد کے تقاضے ہوتے ہیں جبکہ جسد اور روح کے انضمام سے وجود میں آنے والے انسان کے سامنے دونوں طرح کے تقاضے ہوتے ہیں۔ جہاں تک جسم کے تقاضوں کا تعلق ہے انسان اور دوسرے جانداروں میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے۔ مثلاً: بھوک مٹانا، جنسی خواہش کی تکمیل کرنا، موسم کی شدت سے بچنا اور سب سے بڑھ کر اپنی جان کا دشمن سے تحفظ کرنا۔ البتہ انسان کو روح کے تقاضے بھی پورا کرنا ہوتے ہیں لیکن چونکہ روح اپنے تقاضوں کے پورے نہ ہونے پر کوئی شور و ہنگامہ نہیں کرتی اور جسم پر کوئی ظاہری تکلیف دہ اثرات مرتب نہیں کرتی صرف شعوری طور پر ایک بے آواز احساس پیدا کرتی ہے جسے ضمیر کی آواز کا نام بھی دیا جاتا ہے لہٰذا اِنسانوں کی عظیم اکثریت اِس آواز پر کان نہیں دھرتی۔ یہاں مختصراً روح کے تقاضوں کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ روح چونکہ امرِ ربی ہے لہٰذا انسان کو اپنے واحد خالق و مالک کی طرف متوجہ کرتی ہے عدل و انصاف کا بول بالا اور ظلم کا خاتمہ اور جائز و ناجائز میں تمیز چاہتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان نے دوسرے جانداروں کی طرح اپنے جسم کو صرف محفوظ ہی نہیں رکھنا ہوتا بلکہ اُس کے نفس کا یہ بھی تقاضا ہوتا ہے کہ اِس کا بناؤ سنگھار بھی کرو، اِسے ہر ممکن طریقے سے آرام اور آسائش پہنچاؤ، اِسے نہ صرف موسم کی شدت سے بچاؤ بلکہ موسم ہی کو اُلٹ پلٹ کر دو۔ گرمیوں میں ٹھنڈک پہنچاؤ اور سردیوں میں ماحول ہی گرم کر دو، سفر کو حضر بنا دو، رفتار ایسی تیز ہو جیسے وہ ہواؤں کے دوش ہو اور ایسا آرام دہ ہو جیسے گھر کا بیڈ روم۔ لہٰذا انسانوں کی عظیم اکثریت کا فوکس تن آسانی اور عیش و عشرت پر ہوتا ہے اور یہ ممکن نہیں کہ دو متضاد تقاضوں کو پورا کیا جا سکے، لہٰذا اِن تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے، پھر انسانوں میں اس اکثریت کا وہی حال ہوتا ہے جسے ہم ضمیر کا مرنا قرار دیتے ہیں اور جسم کے تقاضے ایسے غالب آتے ہیں کہ انسان کی روح دب جاتی ہے اور زندگی محض متاعِ دنیا کی اسیر بن کر رہ جاتی ہے۔ جس کے پاس جتنے زیادہ وسائل ہوں گے وہ زندگی کو زیادہ سے زیادہ رنگین اور پُرتعیش بنا سکے گا۔ لیکن دولت کے بڑے بڑے انبار اور بیش بہا وسائل جائز پر اکتفا کر کے عدل و قسط پر مبنی قواعد و ضوابط کی پابندی سے اور دوسرے انسانوں کے حقوق پر ہاتھ صاف کیے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا انسان نے غور و فکر سے منافع کمانے کا محفوظ ترین طریقہ یہ ڈھونڈا کہ زر ہی سے زر کمایا جائے۔ اِس لیے کہ تجارت میں بہر حال نقصان کا اندیشہ رہتا ہے۔ پھر یہ کہ کسی قسم کی محنت اور مشقت کی ضرورت نہیں رہتی، گھر بیٹھے سرمائے میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ لیکن اللہ نے اِسے ربا یا سود قرار دیا جو شریعت موسوی میں بھی ناجائز اور حرام تھا اور عیسائی بھی اِسے حرام قرار دیتے تھے جبکہ اسلام میں عقائد کے حوالے سے جہاں شرک بدترین گناہ ہے وہاں سود خوری عملی طور پر بدترین گناہ ہے۔ طلوعِ اسلام نے جب سرزمینِ عرب کو روشن کیا تو سودی لین دین عام تھا، یہاں تک کہ بڑے نامور اور شریف گھرانے بھی اِس میں ملوث تھے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے سود کی ممانعت بڑی تدریج سے کی۔ مثلاً 6 نبوی میں سورۃ الروم میں بتایا کہ ''تم جو کچھ دیتے ہو سود پر تاکہ بڑھتا رہے لوگوں کے مال میں لیکن اللہ کے ہاں اِس میں کوئی اضافہ نہیں

ہوتا'' پھر سورۃ النساء میں یہود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انھیں سود کھانے کے سبب عذاب دیا جائے گا۔ کہیں سود کھانے والوں کی یہ حالت بتائی کہ وہ روزِ قیامت یوں کھڑے ہوں گے جیسے شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس بنا دیا ہے اور بالآخر سود خوروں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ جو کسی اور گناہ کے ارتکاب پر نہیں کیا۔ حضور ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں اپنے چچا حضرت عباس ؓ بن عبدالمطلب کے سود کے بقیہ کی معافی کا اعلان کیا۔ سود کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا ایک فرمان بڑا چشم کشا بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ وہ یہ کہ اللہ نے تجارت کو حلال اور ربا کو حرام قرار دیا۔ غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ قریش اور دوسرے تمام کفار کے اعتراضات کا دلائل سے جواب دیتا ہے البتہ سود کے خلاف جواب دلائل سے بھی دیا ہے اور اللہ نے تجارت کو حلال اور ربا کو حرام قرار دینے کا فیصلہ بھی صادر کر دیا۔ یعنی سب کو سودی لین دین کے حوالے سے Shut up کہہ دیا۔ گویا یہ ایسا بڑا اور خوفناک جرم ہے جس پر اللہ کچھ سننے کو تیار نہیں۔ اللہ رب العزت وفاقی شرعی عدالت کے جسٹس تنزیل الرحمٰن کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور اُن کے درجات بلند فرمائے جنھوں نے 14 نومبر 1991ء کو ایک مقدس تاریخی فیصلہ دیا جس میں اُنھوں نے بینک انٹرسٹ کو ربا قرار دیا۔ اس فیصلے میں بینک انٹرسٹ اور ربا کو ایک ہی شے قرار دینے کے اتنے قوی دلائل تھے کہ آج تک کوئی ''دانشور'' اُن کی تردید نہیں کر سکا۔

پاکستان میں بعض ''دانشور'' اور ایسے تاجر جو سودی لین دین کے حق میں ہیں، اپنے ضمیر کی خلش یہ کہہ کر دباتے اور مٹاتے ہیں کہ قرآن نے جس ربا کو حرام مطلق قرار دیا ہے وہ مہاجن کا سود ہے۔ بینک میں تجارتی سود پر لفظ ربا کا اطلاق نہیں ہوتا۔ وہ باہمی مفادات کو پیشِ نظر رکھ کر لیا دیا جاتا ہے لہٰذا اُس کے نقصانات زیادہ نہیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اِس جریدہ کی 31 سالہ تاریخ میں جو سود کی حرمت کے حوالے سے مضامین شائع ہوئے ہیں اُن میں بھی قرآن اور احادیث کے حوالے دے کر ثابت کیا گیا ہے کہ جسے بینک انٹرسٹ کہا جاتا ہے، وہ سود ہے اور حرام ہے بلکہ حرام مطلق ہے۔ البتہ ہم عوامی سطح پر مہاجن کے سود اور بینک کے سود کے تقابل کے حوالے سے کچھ عرض کرنا چاہیں گے۔ جب کوئی شخص کسی مہاجن سے قرض لیتا ہے تو اُس کے نقصانات اُس شخص یا اُس کے خاندان کو پہنچتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اُس کے قریبی عزیز و اقارب متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن بینک کا سود ملکی سطح ہی نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ سرمایہ دار بینکوں کی رقوم سے ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں اور اشیاء کا دام بڑھاتے ہیں۔ اپنے نفع میں سود کی رقم بھی جمع کرتے ہیں اور پھر عوام سے وصول کرتے ہیں لہٰذا سارا بوجھ عوام پر پڑ جاتا ہے۔ ایک خاندان نہیں سارا ملک متاثر ہوتا ہے۔ بین الاقوامی قرضوں پر جو غریب ممالک سے سود لیا جاتا ہے، اُس سے بھی اُن ممالک میں مہنگائی ہو جاتی ہے۔ پھر یہ کہ صرف سود وصول نہیں کرتے اُس ملک کے داخلی معاملات میں مداخلت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر سود کی ادائیگی کے لیے اُن ممالک کو قرض لینا پڑتا ہے۔ لہٰذا قرض پہ قرض اور سود در سود کا سلسلہ چلتا رہتا ہے جس سے وہ غریب ملک آزادانہ طور پر خارجہ پالیسی بھی نہیں اپنا سکتا۔ یہاں تک کہ اُس کی سلامتی بھی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ بقول شاعر

ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات

الحمدللہ کہ 28 اپریل 2022ء کو فیڈرل شریعت کورٹ نے 2002ء کے فیصلے کی ریمانڈ ججمنٹ کے نتیجہ میں ہر قسم کے سودی لین دین کو حرام قرار دے کر اتمامِ حجت کر دی۔ اللہ تعالیٰ وفاقی شرعی عدالت کے بنچ کے 3 ججوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اگرچہ سودی نظام سے مکمل خاتمہ اور ملک کے معاشی نظام کو اسلامی اصولوں کے مطابق مکمل طور پر مدون کرنے کے لیے جو عدالت نے 31 دسمبر 2027ء یعنی 5 سال کا وقت دیا اور ہمیں اُس پر تحفظات ہیں۔ اس کے باوجود ہم دیانتداری سے سمجھتے ہیں کہ اگر پاکستان کی موجودہ اور آنے والی حکومتیں اور تمام متعلقہ ریاستی ادارے اس فیصلے کی اصل روح کے مطابق اس پر صدق دل سے من وعن عمل درآمد کرنے کی کوشش کریں تو اس سے ہمارے ملک کی قسمت بدل سکتی ہے۔ عدالت کی طرف سے دیے گئے درجہ بدرجہ سودی معیشت کے خاتمہ اور متبادل غیر سودی اور اسلامی اصولوں پر مبنی معاشی نظام کے قیام کے نتیجہ میں پاکستان کی معاشی سمت درست ہو سکتی ہے۔ ہم اللہ اور رسول ﷺ سے جاری جنگ کا فی الفور خاتمہ کریں تا کہ اللہ کی نعمتیں اور رحمتیں ہمارے ملک پر نازل ہوں۔ ہم دنیا میں بھی کامیاب ہو سکیں اور اہم ترین بات یہ کہ اُخروی نجات کے بھی امیدوار بن جائیں۔

بہرحال وفاقی شرعی عدالت کے سود کے خلاف فیصلہ کے باوجود انتہائی تکلیف دہ بات یہ ہے کہ دنیا بھر اور پاکستان میں ایسے مسلمان بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ سود کے بغیر معیشت چل ہی نہیں سکتی۔ اُنھیں خدا کا خوف کرنا چاہیے، کیا اللہ تعالیٰ کسی ایسی شے کو حرام مطلق قرار دے سکتا ہے جو ناگزیر ہو۔ جس کا کوئی متبادل ہی نہ ہو، یہ جاہلانہ کلمہ ہے، یہ کافرانہ کلمہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل اور بہت سی دوسری تنظیم اور افراد کی طرف سے ایسا متبادل نظام پیش کیا جا چکا ہے جس سے بلاسود معیشت اور اقتصادی نظام کارفرما کیا جا سکتا ہے ضرورت عزمِ صمیم کی ہے نیک نیتی اور خلوص درکار ہے۔ البتہ اگر ہم اس ضرب المثل کے مطابق کہ 'چور سے پہلے چور کی ماں کو مارو' پر عمل کرتے ہوئے سرمایہ دارانہ نظام کو تہس نہس کرنے کی بھرپور کوشش کریں تو ہمیں یقین واثق ہے کہ سودی نظام مٹی کا گھروندہ ثابت ہوگا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ستونوں پر کھڑی چھت کے ستون گرا دیں تو جو انجام اُس چھت کا ہوگا وہی اِس سودی نظام کا ہوگا۔ ہمیں سودی نظام کے خلاف مہم بھی چلانی ہوگی اور اس باطل نظام کا تیا پانچہ کرنے کے لیے مسلسل جدوجہد بھی کرنا ہوگی۔ اس بدترین استحصالی نظام کا خاتمہ اور اسلام کے عادلانہ نظام کے قیام کی مرحلہ وار کوشش ہی ہمارا دنیوی ہدف ہونا چاہیے۔ اگر خدانخواستہ دنیوی اور ظاہری طور پر ہماری جدوجہد کامیاب نہ بھی ہو سکے تب بھی روزِ قیامت اللہ کے ہاں اپنی معذرت تو پیش کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے اور ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

طاغوت کی غلامی سے نجات مگر کیسے؟

(سورۃ الحدید کی ابتدائی آیات کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 20 مئی 2022ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

دو جمعہ قبل سورۃ الحدید کا مطالعہ شروع کیا تھا۔ اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کی ذمہ داریوں کا ذکر فرمایا ہے۔ پہلی چھ آیات میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا تذکرہ ہے تاکہ جب اس کے تقاضے ہمارے سامنے آئیں تو اندازہ ہو کہ کس ذات کی طرف سے یہ تقاضے ہیں، کس کی طرف سے دعوت ہے۔ دنیا میں بہت ساری دعوتیں اور تقاضے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ہم ہر ایک کو قبول نہیں کرتے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر نہ گئے تو کچھ نہیں ہوگا لیکن یہاں جو دعوت ہے، جو تقاضے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں کہ جن کو نظر انداز کیا جائے۔ البتہ تقاضے بعد میں آ رہے ہیں پہلے بتایا جا رہا ہے کہ یہ تقاضے کس کے ہیں۔ چنانچہ پہلی چھ میں سے دو آیات کا مطالعہ ہم نے کیا تھا جہاں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کا ذکر ہے کہ کائنات میں ہر شے اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور کرتی رہے گی۔ پھر ذکر آیا تھا کہ اللہ العزیز اور الحکیم ہے۔ کل اختیار بھی رکھتا ہے البتہ وہ اپنا اختیار کمال حکمت کے ساتھ استعمال کرتا ہے۔ یہ بھی ذکر آیا تھا کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ کے لیے ہے۔ یہ تصور آج امت بھول چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف خالق اور رب نہیں ہے بلکہ وہ حاکم اور مالک بھی ہے۔ اس زمین پر حکم اسی کا چلنا چاہیے لیکن آج ہم غیروں کے حکم پر compromise کیے بیٹھے ہیں اور غیر ہمارے فیصلے کر رہے ہیں حالانکہ اس اُمت کو اس دنیا کے فیصلے اللہ کی حاکمیت کے تحت، اس کے تقاضوں اور اس کی شریعت کے مطابق کرنے کے لیے اُٹھایا گیا تھا لیکن یہ تصور آج امت کے دماغوں سے اٹھ چکا ہے۔ بہرحال اس کا ذکر مزید بھی آگے آئے گا۔ فرمایا گیا کہ:

﴿ يُحۡيِۦ وَيُمِيتُۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٌ ۝٢ ﴾

''وہی زندہ رکھتا ہے' وہی مارتا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (الحدید:2)

یہ جملہ بھی بڑا قیمتی ہے۔ یعنی تم اگر مصائب کا شکار ہو تو مایوس نہ ہو جاؤ، آج غیروں کی غلامی میں جکڑے ہوئے ہو تو مایوس نہ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں غلامی سے آزادی عطا کرنے پر قادر ہے لیکن اس پر توکل تو کرو اور اس کی طرف اپنی نگاہ تو رکھو۔ اس سے اپنے معاملات درست تو کرو۔

بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

آج ساری اُمیدیں امریکہ، ورلڈ بنک، آئی ایم ایف سے ہیں، سامراجی اور طاغوتی قوتوں سے ہیں۔ ہمارے اکثر

مرتب: ابوابراھیم

حکمران دعوے کرتے رہے کہ کشکول توڑیں گے مگر بجائے ٹوٹنے کے کشکول پھیلتا چلا گیا۔ بس لے دے کے پٹرول کی قیمت بڑھانے کا معاملہ پس و پیش سے کر دیا جاتا ہے۔ یہ سارے فیصلے کب کرنا پڑتے ہیں جب ہم غلام ہوتے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''مقروض غلام ہوا کرتا ہے۔'' اس کی اپنی کوئی آزادی نہیں ہوتی۔ کہنے کو تو ہمارا ملک آزاد ہے، ہم جسمانی طور پر آزاد ہیں لیکن نہ ہماری عقلیں آزاد ہیں، نہ ہمارے فیصلے آزاد ہیں، نہ ہمارے بجٹ آزاد ہیں، نہ ہمارے حکمران آزاد ہیں۔

بہرحال وھو علی کل شیٔ قدیر میں عقیدے کا بیان بھی ہے اور ایمان والوں کو کھڑا کرنے کا تصور بھی یہاں عطا ہو رہا ہے۔ یعنی یہ بات صرف ماننے کی نہیں ہے بلکہ اللہ پر توکل کر کے کھڑا ہونے کی ضرورت ہے۔ پڑوسی ملک افغانستان میں طالبان نے اللہ پر توکل کر کے دکھایا، بظاہر تھوڑی کسمپرسی کا معاملہ ہے لیکن ان عجیب لوگوں نے عجیب بجٹ بنا کر بھی دکھا دیا۔ پاکستان کے مقابلے میں بہت چھوٹا بجٹ ہے لیکن کوئی بیرونی امداد اس میں شامل نہیں ہے، کوئی بیرونی قرض اس میں شامل نہیں۔ کہتے ہیں کہ اتنا خسارہ ہے جو ہم آپس میں ہی طے کر لیں گے۔ کم پہ گزارا کر لیں گے۔ یہ بات تب ہوتی ہے جب کوئی واقعتاً اللہ پر توکل کرے۔ ساری دنیا پیچھے لگی ہوئی ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم کا بندوبست کرو اور ہمارے بھی بعض اہل علم نے لکھ دیا کہ افغان طالبان ذرا لڑکیوں کی تعلیم کا خیال کر لیں۔ طالبان نے کہہ دیا کہ ہم لڑکیوں کی تعلیم کے مخالف ہرگز نہیں ہیں لیکن وہ تعلیم پردے میں ہوگی۔ تعلیمی اداروں میں، حتیٰ کہ رسٹورنٹس میں بھی مرد و زن کا اختلاط نہیں ہوگا۔ خواتین اینکر پرسنز کو بھی کہہ دیا کہ اگر ٹی وی پر آنا ہے تو نقاب کر کے آؤ۔ چاہے فیس ماسک ہی لگا لو۔ یہ کون کہہ رہا ہے؟ جن کو دنیا کہہ رہی ہے کہ ہماری مانو، وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم تمہاری نہیں مانیں گے۔ اس لیے کہ وہ کسی کے مقروض نہیں ہیں۔ جو عقل پرست ہیں، وہ کہتے ہیں کہ افغانستان میں کیا ترقی ہوئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہم نے کشکول پھیلا کر، غیروں کی مان کر، ان ظالموں کے حوالے اپنے آپ کو کر کے، اپنی قوم کو مقروض بنا کر کیا اس پاکستان میں دودھ کی نہریں جاری ہوتی دیکھیں؟ یہ سارا کچھ کر کے ہم نے کیا پایا؟ ہمیں چاہیے کہ ہم ان سے سیکھیں جو ہمارے پڑوس میں ہیں۔ پچاس ملکوں کی ساری طاقت ناکام ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو قوت عطا فرما دی، اپنی مدد عطا فرما دی اور اب وہ اپنے فیصلے خود کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں غلاموں کی طرح نہیں بلکہ

واقعتاً اللہ کے بندوں کی طرح سوچنے اور فیصلے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ذرا قوم بھی اپنے گریبانوں میں جھانکے کہ کیا وہ شریعت چاہتی ہے؟ اگر ہاں میں جواب ہے تو کیا اللہ کی پکار جو پنج وقتہ آرہی ہے کہ آؤ نماز کی طرف، کیا اس طرف آرہے ہیں؟ ہمارا عمل کیا ثبوت پیش کررہا ہے۔ سود اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ ہے کیا ہم نے سودی اکاؤنٹ بند کیے ہوئے ہیں؟ سود پر لی گئی گاڑیاں، گھر، سودی کاروبار چھوڑنے کے لیے تیار ہیں؟ یہ عوام کا مسئلہ بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((اعمالکم عمالکم)) ''تمہارے اعمال تمہارے حکمران ہیں۔''

اس وقت جو بھی ہمارے حکمران ہیں یا اپوزیشن والے ہیں یہ کوئی آسمان سے اُتر کے تو نہیں آئے، ہمارے جیسے نام اور ہمارے جیسے کام بھی ہیں۔ وہ ذرا اوپر ہیں تو ذرا زیادہ نظر آتے ہیں، ہم ذرا نیچے ہیں تو کم نظر آتے ہیں لیکن ہیں ایک جیسے ہی۔ وہ ہمارے اعمال کے نتائج ہیں جو ہم پر مسلط ہیں۔

بہرحال ہم سب کا یہ مسئلہ ہے کہ کیا ہمارا واقعتاً اللہ پر ایمان ہے، اللہ پر توکل ہے، کیا اسی سے سب کچھ ہونے کا یقین ہے اور اس کی پکار پر لبیک کہنے کو ہم تیار ہیں؟ اس پر توکل کرنے کو ہم تیار ہیں؟ حضرت امیر معاویہ ؓ نے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کو درخواست بھیجی کہ مجھے کوئی وصیت کیجیے تو ام المومنین اماں عائشہ ؓ نے انہیں رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث مبارک لکھ کر بھجوائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو مخلوق سے بے پروا ہو کر رب کا ہو جائے، اس پر توکل کرلے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جائے گا۔'' مخلوق سے بے پرواہونے کا ہرگز مطلب لاتعلق ہونا نہیں ہے بلکہ اللہ کی رضا کے لیے حقوق العباد ادا کرنے ہیں لیکن مخلوق پر توکل اور بھروسا نہیں کرنا، مخلوق سے امیدیں نہیں لگانی بلکہ توکل اور امیدیں اللہ سے لگانی ہیں۔ لیکن جو ربّ کو چھوڑ کر مخلوق کی طرف دیکھے، مخلوق سے اُمیدیں رکھے تو اللہ اپنا ذمہ ہٹا کر اسے مخلوق کے حوالے کردے گا۔

آج ہم مخلوق کے حوالے ہورہے ہیں۔ پٹرول 180 کا ہوگیا، ڈالر 203 کا ہوگیا لیکن ابھی یہ غلامی اور آگے لے جائے گی۔ اس غلامی سے نجات کے لیے ہمیں کھڑا ہو کر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنی پڑے گی لیکن اس کے لیے اللہ پر پہلے توکل کرنا پڑے گا، سودی نظام کو چھوڑنا پڑے گا۔ اب تو وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ بھی آگیا۔ جب تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کا خاتمہ نہیں کروگے ہمارے معاملات نہیں سدھریں گے۔ دنیا کا معاملہ کچھ اور ہے ہمارا کچھ اور ہے۔ بقول اقبال ؎

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ

ہم ماننے والوں کا معاملہ یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ مخلص ہوں گے تو اللہ ہمارے معاملات کو سنوار دے گا۔ اگر ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب کے ساتھ مخلص نہ ہوں تو اللہ مخلوق کے حوالے کرے گا۔ قرآن کہتا ہے: ''اور جس نے میری یاد سے اعراض کیا تو یقیناً اس کے لیے ہوگی (دنیا کی) زندگی بہت تنگی والی، اور ہم اٹھائیں گے اسے قیامت کے دن اندھا (کرکے)۔ وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا ہے؟ جبکہ میں (دنیا میں) تو بینائی والا تھا، اللہ فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری آیات تمہارے پاس آئیں تو تم نے انہیں نظر انداز کردیا، اور اسی طرح آج تمہیں بھی نظر انداز کردیا جائے گا۔'' (طٰہٰ: 124 تا 126)

ہمارے سیاستدان ہوں، جج ہوں، وکلاء ہوں یا عام انسان ہو سب کے گھر میں قرآن مجید کا نسخہ موجود ہے لیکن ہماری عظیم اکثریت کا حال یہ ہے کہ ہمیں قرآن پاک کی basics بھی معلوم نہیں۔ قرآن حکیم کی تلاوت اجروثواب کا باعث، قرآن کا حفظ کرنا مبارک، لیکن قرآن کتابِ ثواب نہیں ہے بلکہ کتاب ہدایت ہے۔ اگر اس کے احکام پر عمل نہیں ہوگا تو پھر اللہ تعالیٰ کے فتوے ہیں:

﴿وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

پریس ریلیز 3 جون 2022ء

پٹرول اور بجلی کی قیمتوں میں ہوش ربا اضافہ درحقیقت عوام پر جان لیوا حملہ ہے

شجاع الدین شیخ

پٹرول اور بجلی کی قیمتوں میں ہوش ربا اضافہ درحقیقت عوام پر جان لیوا حملہ ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ PDM نے حکومت سنبھالنے سے پہلے یہ دعویٰ کیا تھا کہ جب وہ حکومت میں آئیں گے تو پاکستان کی معیشت مضبوط کریں گے اور عوام کو ریلیف دیں گے۔ وہ وقت کی حکومت کی اُن معاشی پالیسیوں پر شدید تنقید کرتے تھے جن سے عوام پر بوجھ پڑتا تھا لیکن حیرت ہے کہ حکومت سنبھالتے ہی اُنہوں نے عوام کو ریلیف دینے کی بجائے عوام پر ناقابل برداشت بوجھ ڈال دیا ہے۔ صرف ڈیڑھ ماہ میں پٹرول کی قیمت میں 60 روپے فی لیٹر اور بجلی کی قیمت میں بھی تقریباً 13 روپے فی یونٹ اضافہ کردیا ہے جو گرانی سے سسکتی ہوئی عوام سے بدترین زیادتی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ حکومت IMF کا پروگرام حاصل کرنے کے لیے عوام کا بھرکس نکال رہی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہر خاص وعام کو یہ بات سمجھنے کی اشد ضرورت ہے کہ IMF کا پروگرام کوئی حکومت لے، عوام کے لیے نہ صرف یہ مصائب وآلام کا باعث بنتا ہے بلکہ ملکی سلامتی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ اُنہوں نے زور دے کر کہا کہ حکومت فوری طور پر قیمتوں میں یہ اضافہ واپس لے تاکہ عوام سکھ کا سانس لے سکیں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾ (المائدہ) ''اور جو اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں۔''

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ (المائدہ) ''اور جو فیصلے نہیں کرتے اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق وہی تو ظالم ہیں۔''

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾ (المائدہ) ''اور جو لوگ نہیں فیصلے کرتے اللہ کے اُتارے ہوئے احکامات وقوانین کے مطابق' وہی تو فاسق ہیں۔''

لیکن ہم نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور مغرب کے احکامات پر عمل پیرا ہوگئے۔ اور مغربی معاشرے کی نقالی شروع کردی۔ اسلام کے حوالے سے ہمارے حکمرانوں کے صرف دعوے رہے، عمل کہاں ہے؟ سیاستدانوں نے اسلام کا نعرہ صرف عوام کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے لگایا۔ (دلوں کا حال اللہ جانتا ہے) لیکن ایسا ہے تو پھر تم نے اللہ کے دین کے ساتھ کھلواڑ کیا ہے۔ اگر واقعی حکمران اور سیاستدان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ مخلص ہیں تو وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ ان کے لیے لٹمس ٹیسٹ ہے کہ وہ سود کا دھندہ ختم کردیں تاکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جاری جنگ تو ختم ہو۔ لیکن نہیں۔ اگر ہم قرآن سے اپنا رخ پھیرے بیٹھیں ہیں تو آج ہماری معیشت کو دیکھ لیجیے۔ دنیا اور آخرت کی سزا ہے۔ اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعے سے کچھ قوموں کو بام عروج تک پہنچائے گا اور اسی کو ترک کرنے کے باعث کچھ کو ذلیل وخوار کردے گا۔''

آج جس امریکی سامراج کی شکل میں طاغوت کی غلامی کا طوق ہمارے گلے میں ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اللہ کی بندگی کو چھوڑ دیا ہے۔ ہم زبان سے تو کہتے ہیں: لا الہ الا اللہ۔ لیکن کرتے اپنی من مرضی ہیں۔ ہم کہیں اپنے نفس کی خواہشات میں لگ کر اپنے رب کے حکم کو پس و پشت تو نہیں ڈالتے؟ قرآن پاک کہتا ہے:

﴿اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۭ﴾ (الفرقان:43)

''کیا تم نے دیکھا اُس شخص کو جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا ہے؟''

یہ بھی غلامی ہے کہ نفس کے غلام بن کر رب کی نافرمانی کی جائے۔ اس صورت میں نفس ہمارا معبود بن جائے گا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ایک شخص کفار سے لڑتا ہوا قتل ہوگیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: شہید ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! میں اس کو جہنم میں دیکھ رہا ہوں۔ پتا چلا مال غنیمت میں سے ایک چادر اس نے لے لی تھی۔ اس شخص نے کوئی کروڑوں، لاکھوں روپیہ نہیں چرایا تھا بلکہ مال غنیمت جو امت کی مشترکہ پراپرٹی تھی اس میں سے ایک چادر نکالی تھی، اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ وہ شخص کھڑا ہے، قتال کے میدان میں کھڑا ہے، کفار کے خلاف لڑ رہا ہے اور قتل ہوتا ہے تو جہنم میں جاتا ہے۔ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پوری قوم کو لوٹنے والوں کا حشر کیا ہوگا؟ بہرحال عرض کرنے کا مطلب ہے کہ ایک غلامی نفس کی بھی ہوتی ہے اور ایک مال کی بھی ہوتی ہے۔ حدیث مبارک میں ذکر آیا:

((تعس عبدالدینار وعبدالدرھم)) ہلاک ہوگیا دینار کا بندہ، درہم کا بندہ۔

اللہ کا بندہ بننے کے لیے کلمہ کا ورد بھی ہے لیکن اللہ کے حکم کو روندتے ہوئے حرام بھی آرہا ہے، رشوت بھی لی جارہی ہے، سود، جائیدادوں پر قبضے سے بھی مال آرہا ہے۔ یہ مال کی غلامی ہے۔ اسی طرح طاغوت کی غلامی ہے۔ کوئی فرد، کوئی قوم اللہ کے احکامات سے سرکشی کرے، من مرضی کرے، اللہ کے قوانین کے مقابلے میں اپنے قوانین چلائے تو اس کی بات ماننا طاغوت کی غلامی ہے۔ ان تمام غلامیوں سے نجات حاصل کرنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ اس ایک رب کی غلامی اختیار کرلیں جو اس پوری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ یہ لا الہ الا اللہ کا حقیقی حاصل ہے۔ ہم نے سمجھا کہ کلمہ پڑھا ہمارا جنت کا ٹکٹ پکا ہوگیا۔ لوگ حدیث بھی سناتے ہیں جو بالکل صحیح ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من قال لاالہ الا اللہ دخل الجنة)) جس نے کہا لا الہ الا اللہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔

لیکن دوسری طرف یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود لینے والے، دینے والے، لکھنے والے اور سودی معاملے پر گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ حرام سے پلا ہوا جسم جہنم کا مستحق ہے۔ ایسی بیسیوں احادیث پیش کی جاسکتی ہیں۔ کلمہ گو جنت میں جائے گا لیکن احادیث میں ہے کہ وہ اپنی سزا اوّل کو بھگت کر جائے گا۔ یہ کیوں نہیں بیان کیا جاتا۔ ہمیں بس اسلام کا میٹھا میٹھا حصہ پسند ہے۔ حالانکہ پورے اسلام کا پیکج سامنے رہنا چاہیے۔

آج جن غلامیوں کا ہم شکار ہیں ان سے نجات کا واحد راستہ اس کلمہ کے تقاضوں پر عمل ہے اقبال کہتا ہے

چوں می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را

''جب میں کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو میں لرز جاتا ہوں کہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے کی مشکلات کیا ہیں، ہم آج بڑے ٹھنڈے ٹھنڈے چل رہے ہیں کہ جمعہ کی دو رکعت پر مطمئن، رمضان شریف کے روزے رکھ لینے پر مطمئن، کلمہ پڑھ لینے پر مطمئن اور دوسری طرف طاغوت کی غلامی بھی، باطل کا نظام بھی چلے، غیر ہمارے فیصلے کریں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ بھی چلے، شریعت کے احکامات پامال بھی ہوں، لوگ اسلام کی تعلیمات کا مذاق بھی اڑائیں، لوگ دین کا نام لے کر بیوقوف بنانے کی بھی کوشش کریں اور اس سب کے باوجود مسلمان مطمئن ہوکر بیٹھ جائے۔ اس صورت میں اپنے ایمان کو ٹٹولنے کی ضرورت ہے۔ یہ کیسا ایمان ہے جو باطل کے مقابلے میں ہمیں کھڑا نہیں کررہا۔ یہ کیسا ایمان ہے جو اللہ کی بڑائی کے نفاذ کے لیے ہمیں کھڑا نہیں کررہا۔ یہ کیسا ایمان ہے جو ہمیں اس باطل پر مطمئن کرکے سلا بھی دیتا ہے، بٹھا بھی دیتا ہے، مطمئن بھی کردیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خوش فہمی سے ہماری حفاظت فرمائے اور اللہ واقعتاً اپنی غلامی کی توفیق عطا فرمائے جس کے لیے یہ ملک ہم نے حاصل کیا تھا۔ ہم نے کہا تھا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ۔ یہ ہمارا اصل مقصود تھا۔ اس کے تقاضوں پر عمل کرنا تھا۔ بجائے اس کے امریکی سامراج کی غلامی بڑھتی گئی مگر مسائل حل نہیں ہوئے۔ کیوں؟

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

وہ سجدہ کرنے کو جب یہ قوم تیار ہوگی تو اللہ کی مدد بھی آئے گی اور وہاں سے آئے گی جہاں ہمارا گمان بھی نہیں ہوگا۔ مگر ہم کھڑے ہونے کو تیار تو ہوں، اللہ پر توکل کا اظہار تو کریں۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴿۷﴾ (محمد) ''اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔''

اللہ کی نصرت سے مراد اس کے دین کی مدد ہے، اس کے دین کی دعوت اور اقامت کی جدوجہد ہے۔ اللہ کے دین کے ساتھ مخلص ہو جاؤ اللہ کہتا ہے میں تمہاری مدد بھی کروں گا اور تمہارے قدموں کو مضبوطی دوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سیاستدانوں، علماء، اور ہم سب کو اس مقصد کے لیے آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! ۞۞

اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے جنگ

حافظ عاکف سعید
(سابق امیر تنظیم اسلامی)

مسلم شریف کی ایک حدیث کے مطابق حضرت ابوسعید الخدری ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص بھی تم میں سے کوئی منکر (برائی) دیکھے تو اسے چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر اس کی قوت واستطاعت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی ہمت واستطاعت بھی نہ رکھتا ہو تو دل میں اسے برا سمجھے (یعنی اس برائی سے بے زاری اور نفرت رکھے)۔ اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے''۔

معلوم ہوا کہ اسلامی معاشرے میں منکرات اور برائیوں سے روکنا اور منع کرنا اہل ایمان کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ ہمارا دین ایسے کسی تصور کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا کہ جو کوئی برائی کرتا ہے کرتا رہے' اللہ خود اس سے پوچھے گا! چنانچہ جہاں آپ کو اختیار اور طاقت حاصل ہو اور آپ روک سکتے ہوں تو اپنی اتھارٹی کے بل پر منکرات کو روکنا دینی فریضہ ہے۔ مثلاً گھر کے سربراہ کو گھر کے اندر یعنی اپنے دائرۂ اختیار میں اگر کوئی منکر یا خلافِ شریعت کام نظر آئے ہو تو یہ اس کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ منکرات کے خلاف اپنی اتھارٹی کو استعمال کرے۔ کسی سکول یا کالج کے سربراہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ادارے کے اندر کسی بھی غلط کام کو روکے اور اپنے اختیار کو بروئے کار لائے۔ اسی طرح حکومت کو از خود یہ طاقت حاصل ہوتی ہے اور ارباب اختیار کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان تمام برائیوں کا قلع قمع کرے جو اس ملک میں پھیل رہی ہوں۔ کسی نظریاتی ملک اور بالخصوص اسلامی ریاست میں تو یہ کام اہم تر ہو جاتا ہے کہ حکمران اور اصحابِ اقتدار معاشرتی برائیوں اور منکرات پر کڑی نظر رکھیں اور ان کے فروغ کو ہر ممکن ذریعے سے روکنے کی کوشش کریں۔ اور آخری حربے کے طور پر طاقت کے استعمال سے بھی دریغ نہ کریں۔

اسی حدیث مبارکہ کے اگلے الفاظ بھی لائق توجہ ہیں۔ یعنی ''پھر اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے اس منکر کو بدلنے کی کوشش کرے۔'' یعنی اگر ریاست اپنی یہ ذمہ داری پوری نہیں کرتی تو ریاست کے باشعور مسلمان، بالخصوص علماء کرام اور رجال دین کی ذمہ داری ہے کہ منکرات اور برائی کے خلاف عوام کی ذہن سازی کریں اور تحریر وتقریر کے ذریعے اس کے خلاف جہاد کریں۔ مختلف معاشرتی برائیوں اور منکرات کو منکر قرار دیتے ہوئے ریاستی اداروں اور حکومتی اہلکاروں کو ان منکرات کے سدباب کی طرف متوجہ کریں اور حتی الوسع اپنی یہ کوشش جاری رکھیں' خواہ اس راستے میں کتنی ہی مشکلات حائل ہوں۔ پھر اگر ایسی صورت حال ہو کہ زبانوں پر تالے ڈال دیے گئے ہوں' جابر وظالم لوگ حکمرانی کے تخت پر متمکن ہوں' اللہ تعالیٰ کے احکام کو پامال کر رہے ہوں اور اپنے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کا گلا گھونٹ رہے ہوں' تو ایسے میں اس حدیث کی رُو سے ایک مسلمان پر لازم ہے کہ کم از کم اپنے دل میں اس منکر اور برائی کے خلاف شدید نفرت اور بے زاری کا جذبہ بیدار رکھے۔ فرمایا: ''اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔'' مسلم شریف ہی میں اس مضمون کی ایک اور حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے' جس کے آخری حصے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر دل میں بھی اُس منکر کے خلاف نفرت نہ ہو تو ''پھر تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان موجود نہیں ہے۔'' مندرجہ بالا احادیث مبارکہ کی روشنی میں ہم اپنے معاشرے (جو حکومت اور عوام پر مشتمل ہے) کا اگر جائزہ لیں تو صاف نظر آتا ہے کہ ہم اجتماعی طور پر ہر قسم کے منکرات اور برائیوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ جھوٹ، دھوکہ دہی، خیانت، دہشت گردی' بھتہ خوری' قتل وغارت' اغوا کاری' جبر واستحصال' حقوق کا غصب' سمگلنگ' ملاوٹ' فحاشی وعریانی' ایک لمبی فہرست ہے جس میں ہمارا معاشرہ گرفتار ہے۔ انفرادی تقویٰ کی مثالیں اگرچہ موجود ہیں جن سے بد سے بدتر معاشرہ بھی کبھی خالی نہیں ہوتا' لیکن ایسی مثالیں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں۔ اور یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہم بحیثیت مجموعی درج بالا منکرات کا شکار ہیں۔ ان میں سے بعض منکرات کا تعلق افراد کے ذاتی عمل اور کردار سے ہے، جبکہ بعض منکرات ہمارے اجتماعی نظام کا حصہ ہیں اور وہ عوام پر جبراً مسلط کی جاتی ہیں جس کی ذمہ داری براہِ راست حکمران طبقہ پر عائد ہوتی ہے۔ موخر الذکر منکرات کا فی الفور خاتمہ کرنا اربابِ اقتدار کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ بصورتِ دیگر وہ اللہ کے دین سے بے وفائی کے مجرم شمار ہوں گے اور دنیا میں اللہ کی رحمت اور نصرت سے یکسر محروم ہوں گے اور شدید اندیشہ ہے کہ وہ آخرت میں سخت ترین عذاب کے مستحق بنیں گے۔ جہاں تک اول الذکر منکرات کا تعلق ہے یعنی گناہ اور معصیت کے وہ کام جو ایک فرد اپنی ذاتی حیثیت میں کرتا ہے، اُن کے حوالے سے ریاست اسلامی کی ذمہ داری ہے کہ وہ افراد قوم کی مثبت ذہن سازی اور دینی تربیت کا اہتمام کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ شرک کے گناہ کو ایک طرف رکھتے ہوئے کہ جس کا زیادہ تعلق انسان کے عقیدہ کے ساتھ ہے، ان تمام گناہوں میں جن کا تعلق انسان کے عمل سے ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک سب سے بڑھ کر قبیح اور قابل نفرت گناہ اور بدترین منکر سود خوری اور سودی نظام ہے' جو نہ صرف یہ کہ مختلف شکلوں میں ہمارے پورے معاشی نظام میں سرایت کیے ہوئے ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا پورا نظام حکومت سودی معیشت پر استوار ہے۔ اور انتہائی افسوسناک امر یہ ہے کہ حکومت اس ہولناک منکر (برائی) کا تدارک کرنے کی بجائے اس کی سب سے بڑی محافظ بنی ہوئی ہے۔

سودی معیشت اللہ کی نگاہ میں کس قدر مبغوض اور ناپسندیدہ ہے اس کا اندازہ سورۃ البقرہ کی اس آیت مبارکہ سے ہوتا ہے جو قرآن مجید میں سود کی حرمت کے دوٹوک اعلان کے فوراً بعد وارد ہوئی ہے: ''اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سود میں سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ پھر اگر تم نہیں کرو گے (یعنی سودی لین دین سے باز نہیں آؤ گے) تو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ!''۔

(البقرہ:288'289)

قارئین محترم! کیا اس آیت مبارکہ کا واضح پیغام یہ نہیں ہے کہ سودی معیشت سے باز نہ آنے والے اللہ اور رسول ﷺ کے کھلے باغی ہیں اور اللہ کی طرف سے ایسے باغیوں کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ غور طلب بات یہ ہے

کہ کیا پاکستان اپنی پیدائش کے دن سے لے کر آج تک لنگر لنگوٹ کس کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف حالت جنگ میں نہیں ہے؟ کیا ہم نے ملک میں سودی نظام کو برقرار رکھ کر خود اجتماعی سطح پر اللہ کی رحمت کو دھتکار نہیں دیا ہے؟ کیا یہ سیدھی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ اللہ کی رحمت اور نصرت اس کے باغیوں پر سایہ فگن کیونکر ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے حبیب ﷺ سے لڑنے والوں کی مدد کیونکر کرے گا؟ کیا وہ اپنے وفاداروں اور باغیوں کو برابر کر دے گا؟ کیا وہ اپنے باغیوں کو عبرت کا نشان نہیں بنائے گا!...... آیئے اب دیکھتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ سود کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا: ’’سود کے گناہ کے ستر حصے ہیں، ان میں سے سب سے چھوٹا حصہ اس کے برابر ہے کہ کوئی (بدبخت) انسان اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرے۔‘‘ (ابن ماجہ)

غور کیجئے کیا اس سے زیادہ قبیح اور قابل نفرت گناہ کا تصور کیا جا سکتا ہے!! اسی طرح صحیح مسلم کی ایک روایت کے مطابق ’’حضرت جابر ؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی سود لینے اور کھانے والے پر اور سود دینے اور کھلانے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر (یعنی سودی معاہدات لکھنے والے پر) اور (سودی معاہدات پر) گواہ بننے والوں پر۔ اور آپ نے فرمایا (گناہ کی شرکت میں) یہ سب برابر ہیں۔‘‘

یہ پاکستان کی تاریخ کا المناک ترین پہلو ہے کہ ہمارے ہاں سودی نظام پوری ڈھٹائی کے ساتھ جاری وساری ہے۔ حالانکہ بانی و معمار پاکستان نے یکم جولائی 1948ء کو سٹیٹ بینک کا افتتاح کرتے ہوئے واضح طور پر فرمایا تھا کہ: ’’میں بینک کے تحقیقی شعبے کے کام کو ذاتی طور پر باریک بینی سے دیکھوں گا کہ وہ ایسا بینکنگ نظام وضع کریں جو اسلام کے معاشرتی اور معاشی نظام زندگی سے ہم آہنگ ہو۔ مغرب کے معاشی نظام زندگی نے انسانیت کے لیے لاینحل مسائل پیدا کیے ہیں۔‘‘ لیکن ہم نے اللہ اور رسول ﷺ کے واضح احکامات کے ساتھ ساتھ بانی پاکستان کے اس تاکیدی حکم کو بھی نظر انداز کر کے سودی معیشت کو ملک کے لیے ناگزیر قرار دے رکھا ہے۔

آج اسی سودی نظام کی وجہ سے ہم آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے غلام بن چکے ہیں اور معاشی پالیسی کے ضمن میں ان کے ہر حکم کو ماننے کے پابند ہیں۔ جس کی وجہ سے پاکستان کی آبادی کا بہت بڑا حصہ خطِ غربت سے بھی نیچے جا چکا ہے۔ بھوک افلاس، بے روزگاری اور ضروریاتِ زندگی سے محرومی قوم کا مقدر بن چکی ہے۔ ہوشربا گرانی بے لگام ہو چکی ہے۔ اس سود کی وجہ سے آج ہماری آبادی کا ہر فرد عالمی سودی اداروں کا مقروض ہے۔

جون 2018ء میں ہر پاکستانی کے ذمے ایک لاکھ ۴۴ ہزار روپے کا قرض تھا، اب تین سالوں میں ہر پاکستانی مزید 91 ہزار کا مقروض ہو چکا ہے۔ اور ہر پاکستانی مجموعی طور پر 2 لاکھ 35 ہزار کا مقروض ہو چکا ہے۔

ہر نیا آنے والا حکمران ان خون آشام عالمی اداروں سے مزید قرضہ حاصل کر کے قوم کو غلامی کے شکنجے میں مزید جکڑنے پر کمربستہ ہو جاتا ہے اور ان قرضوں کا بڑا حصہ اللے تللوں میں اُڑا دیتا ہے اور اسی کو اپنی کامیابی سمجھتا ہے۔ سودی قرضوں کا حصول اور مزید سود کی ادائیگی کا یہ شیطانی چکر مسلسل چل رہا ہے اور پاکستانی معیشت کی صورتِ حال انتہائی بدترین صورتِ حال سے دوچار ہے۔

تاہم اس دوران بہت سے علمائے حق اور دینی طبقات اس لعنت کے خلاف آواز اٹھاتے اور اربابِ حکومت کو اس جانب متوجہ کرتے رہے ہیں۔ لیکن وہی ڈھاک کے تین پات! کیا ہمارے اربابِ اختیار نے یہ طے کر رکھا ہے کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف چھیڑی ہوئی ہے اس جنگ سے تائب ہونے کی بجائے اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف جاری اس جنگ کی شدت کو مزید بھڑکا کر خود کو دنیا و آخرت میں بدترین عذاب کا مستحق اور پاکستان کے مستقبل کو انتہائی تاریک بنا کر دم لیں گے۔ اللہ ہمیں اس انجامِ بد سے بچائے۔ ع

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں!

إنا لله وإنا إليه راجعون — دعائے مغفرت

☆ حلقہ کراچی جنوبی، اولڈ سٹی کے رفقاء محمد رضوان اور محمد نعمان کی والدہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0300-2685340

☆ حلقہ جنوبی پنجاب، ممتاز آباد کے ناظم بیت المال شیخ محمد ایوب کی والدہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0305-5805323

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، پشاور غربی کے امیر محمد سعید صاحب کا پوتا وفات پا گیا۔
برائے تعزیت: 0300-0302485

☆ حلقہ پنجاب پوٹھوہار، شکریلہ کے ملتزم رفیق افتخار احمد کی ساس وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0345-6012952

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(19 تا 22 مئی 2022ء)

جمعرات (19 مئی) مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (20 مئی) کو جامع مسجد شادمان ٹاؤن، کراچی میں اجتماعِ جمعہ سے خطاب کیا۔

ہفتہ (21 مئی) کی شام کو ڈاکٹر غلام مرتضیٰ کے ہمراہ رفقاء سے 50 منٹس آن لائن سیشن ہوا۔ رات کو لاہور آمد ہوئی۔

اتوار (22 مئی) کو قرآن آڈیٹوریم میں منعقدہ سیمینار کی صدارت کی اور صدارتی خطاب فرمایا۔ اسی شام کو کراچی واپسی ہوئی۔ بعد ازاں معمول کی مصروفیات رہیں۔

نائب امیر صاحب سے تنظیمی امور کے حوالے سے مسلسل رابطہ رہا۔

موجودہ حکومت پی ٹی آئی کے لانگ مارچ کے خلاف سخت اقدامات کرکے جمہوری رویوں اورآئینی حقوق کی خلاف ورزی کی مرتکب ہوئی ہے جس کی وجہ سے قیمتی انسانی جانوں کا نقصان ہوا: ایوب بیگ مرزا

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بقول چونکہ پاکستان اسلام کی بنیاد پر بنا ہے اس لیے مسلمانانِ پاکستان کا معاملہ بڑا عجب ہے کہ اگروہ پاکستان کی حفاظت کریں گے تو گویا اپنے دین کی حفاظت کریں گے اور یہ اُخروی نجات کا بھی باعث ہوگا: رضاء الحق

حقیقی آزادی مارچ کا ڈراپ سین کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: ڈاکٹر حسیب احمد

سوال: موجودہ حکومت نے پی ٹی آئی کے لانگ مارچ کو آہنی ہاتھوں سے روکنے کی کوشش کیوں کی؟

ایوب بیگ مرزا: اگر ہم پاکستان کی سیاسی تاریخ کا مطالعہ کریں تو بہت سی چیزیں مایوس کن دکھائی دیتی ہیں لیکن اس کے باوجود پاکستان سیاسی طور پر جمہوریت کی طرف کافی حد تک بڑھا ہے۔ پہلے احتجاج، دھرنے وغیرہ جیسی چیزیں بالکل ناقابل قبول تھیں۔ خاص طور پر ایوب خان کے مارشل لاء کے بعد جب لوگوں نے سیاسی بیانات بھی دینے شروع کیے اور مظاہرے اور جلسے جلوسوں کا سلسلہ بھی شروع ہوا تو آہستہ آہستہ جمہوریت نے یہاں پاؤں جمائے ہیں۔ نواز شریف کے دور میں بے نظیر نے لانگ مارچ کیا تھا تو نواز شریف نے بڑے سخت اقدامات کیے تھے اور تمام ذرائع ابلاغ بند کردیے تھے۔ لیکن جب 2014ء میں عمران خان نے نواز شریف ہی کے دور حکومت میں دھرنا دیا تو نواز شریف کا رویہ جمہوری تھا۔ بہر حال جمہوریت پھر ہم پر غالب آتی گئی اور ہمارے لیے جمہوریت کے سوا گزارا نہیں تھا کیونکہ دنیا اس طرف جا چکی تھی ۔ عمران خان کے دھرنے کے بعد بہت دھرنے ہوئے، مولانا فضل الرحمان نے بھی پندرہ بیس دن پُرامن دھرنا دیے رکھا۔ پھر بلاول بھٹو نے حال ہی میں لانگ مارچ کیا ہے وہ بھی پُرامن رہا۔ لیکن تحریک انصاف کے حالیہ دھرنے کے خلاف حکومت نے جمہوری رویوں کو پھر کچل دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے کہ انہیں اتنے سخت اقدامات نہیں کرنے چاہئیں تھے۔ جتنی زیادہ تعداد میں بھی لوگ آجاتے تو کیا ہوتا۔ حکومت ریڈ زون کو مکمل طور پر بند کرلیتی، کوئی اس طرف نہ آسکتا۔ باقی اسلام آباد میں کیا ہوجانا تھا ایک دو دن لوگ بیٹھ کر واپس چلے جاتے۔ حکومت کے اس اقدام کی وجہ سے دونوں طرف سے لوگ جاں بحق ہوئے جو بہت بڑا نقصان ہے۔ حکومت کسی کی بھی ہو اسے ایسی صورت حال سے بچنا چاہیے۔ میں اس معاملے میں کہوں

مرتب: محمد رفیق چودھری

گا کہ حکومت نے وزیر داخلہ کے لیے غلط آدمی کا چناؤ کیا جس کی ریپوٹیشن پہلے سے ہی خراب تھی۔

سوال: کیا پاکستان میں سیاسی اور معاشی کشیدگی کی وجہ سے سری لنکا جیسے حالات پیدا ہونے کا خدشہ ہے؟

رضاء الحق: بہت سے تجزیہ نگاروں اور سیاستدانوں نے کہا ہے کہ خدشہ ہے کہ پاکستان میں سری لنکا والے حالات بن سکتے ہیں۔ لیکن جہاں تک امریکہ کا تعلق ہے تو پاکستان کو کمزور سے کمزور کرنا اور یہاں پر خانہ جنگی پیدا کرنا اس کی بہت پرانی کوشش ہے۔ خاص طور پر جب وہ افغانستان، عراق، شام اور لیبیا میں ایسی سول وار کروا رہا تھا اس وقت سے اس کی کوشش تھی کہ پاکستان میں بھی سول وار کروائی جائے۔ لیکن الحمدللہ! ہماری سیاسی و مذہبی جماعتیں، عوام اور ہماری اسٹیبلشمنٹ اس معاملے میں ایک پیج پر رہے ہیں اور دشمنوں کی ساری چالوں کو ناکام بنایا۔ یہاں تک کہ 2019ء میں امریکہ کی نیشنل سکیورٹی کی پالیسی میں پاکستان اور یوکرائن کو بریکٹ کیا گیا تھا کہ جیسے یوکرائن میں معاملات ہیں پاکستان میں بھی اس طرح کی کوشش کی جائے۔ جہاں تک سری لنکا کے حالات کا تعلق ہے تو سری لنکا کی معیشت پاکستان سے اتنی بری نہیں تھی بلکہ شاید بہتر ہو البتہ پاکستان کی اکانومی بڑی ہے کیونکہ پاکستان بڑا ملک ہے اور عسکری لحاظ سے ایٹمی ملک بھی ہے۔ لیکن سری لنکا چھوٹا ملک ہے اور سٹریٹیجکلی اہمیت بھی کم رکھتا ہے۔ فرق یہ تھا کہ وہاں پر 2007ء سے ایک ہی خاندان کی اجارہ داری تھی کیونکہ وہاں کی حکومت اور اداروں کے بڑے عہدے اس خاندان کے پاس تھے۔ حتیٰ کہ دو بڑے میڈیا ہاؤسز بھی ان کے کنٹرول میں تھے لہٰذا سری لنکا کے حالات پاکستان سے بالکل مختلف تھے۔ پاکستان میں عدم اعتماد کی تحریک کے بعد جو حالات پیدا ہوئے ان میں دونوں فریقوں کا قصور رہا ہے۔ ہماری سیاسی تاریخ میں 12 مئی کا دن بھی آتا ہے جب وکلاء کی تحریک میں ریاستی مشینری کا استعمال کرتے ہوئے لوگوں کو ٹارگٹ کیا گیا اور بُری طرح کچلا گیا۔ پھر ن لیگ کے پہلے دور حکومت میں ماڈل ٹاؤن کا واقعہ ہوا جس میں تقریباً چودہ بندے قتل ہوئے تھے۔ پھر عمران حکومت میں تحریک لبیک والوں کے ساتھ بھی ایسا ہوا۔ پھر عمران خان کے حالیہ دھرنے کے خلاف بھی جو کچھ ہوا وہ ٹھیک نہیں تھا۔ اگر ماضی میں ریاستی مشینری کا غلط استعمال کرنے کے ذمہ داروں کو قرار واقعی سزا دی جاتی تو آج یہ معاملات پیش نہ آتے۔ پھر ہماری بڑی سیاسی جماعتوں کی لیڈر شپ میں ایک دوسرے کے ساتھ ذاتی دشمنی تک کے معاملات پہنچ چکے ہیں اور یہ چیز پھر عوام میں بھی ریفلیکٹ کرتی ہے۔ ماضی میں ہماری سیاسی جماعتیں بڑی سمجھ بوجھ کے ساتھ

ان معاملات کو tackle کرتی رہی ہیں۔ ابھی بھی لانگ مارچ پرامن طور پر ختم ہوگیا اور تصادم کا معاملہ نہیں بنا جو اچھی صورت حال کا پیش خیمہ ہے۔

سوال: ماضی قریب میں مولانا فضل الرحمان نے لانگ مارچ کیا جس کا نام آزادی مارچ رکھا تھا۔ ابھی پی ٹی آئی والوں نے اپنے لانگ مارچ کا نام آزادی مارچ رکھا۔ ان دونوں میں مارچوں میں کتنا فرق ہے اور پھر موجودہ مارچ میں صرف انتخابات کا مطالبہ ہی کیوں رکھا گیا؟

ایوب بیگ مرزا: پی ٹی آئی والوں نے اس کو حقیقی آزادی مارچ کا نام دیا ہے۔ پی ٹی آئی کا موقف ہے کہ اس مارچ کی نوبت اس لیے پیش آئی کہ ایک سپر پاور نے داخلی سطح پر کچھ لوگوں کے ساتھ مل کر پاکستان کی حکومت کو گرایا یعنی رجیم چینج کی ہے۔ پھر اس سپر پاور کی اس حوالے سے ایک تاریخ ہے۔ اگر ایک باہر کی سپر پاور ہمارے داخلی معاملات میں اتنی مداخلت کرتی ہے کہ حکومت تبدیل کرسکتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ہم ابھی آزاد ہی نہیں ہوئے، ابھی ہم دوسروں کے محتاج ہیں۔ ابھی کچھ قوتیں ایسی ہیں جو عوام کی مرضی کے خلاف کام کرتی ہیں، عوام کی مرضی کے خلاف حکومتیں بدل دیتی ہیں۔

سوال: جس سپر پاور کی آپ بات کر رہے ہیں اس نے تو ہمیشہ ہمارے ساتھ ایسا کیا اس دفعہ کیا نئی بات تھی؟

ایوب بیگ مرزا: یہ سپر پاور اس سے پہلے اس طرح کے کام خفیہ انداز میں کرتی تھی کہ نہ وہ مانتے تھے نہ ہم مانتے تھے تو کام چلتا رہتا تھا۔ لیکن اب یہ فرق پڑا کہ اس نے کھلم کھلا مداخلت کی ہے اور اعلانیہ ڈنکے کی چوٹ پر ایسا کیا ہے کیونکہ اب وہ سپر پاور بہت زیادہ متکبر ہوگئی ہے اور وہ اس طرح کے اقدامات کرکے ان کا اظہار کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتی۔ دوسری طرف ہم کمزور سے کمزور تر ہوگئے ہیں، ہم مفلوج، مقروض سب کچھ ہوگئے ہیں۔ چنانچہ اگلا کہتا ہے کہ میں نے ان کے ساتھ یہ برا سلوک کیا ہے، یہ اسی قابل ہیں۔ اس سپر پاور کا یہ انداز ہے۔ امریکیوں نے عدالت میں کہا تھا کہ پاکستانی تو وہ ہیں جو ڈالروں کی خاطر اپنی ماں کو بیچ دیتے ہیں۔ ماضی میں یہ سارا کام خفیہ انداز میں ہوتا رہا۔ ہمارے لوگوں کا معاملہ یہ ہے کہ ہمارے موجودہ وزیر اعظم شہباز شریف نے قومی اسمبلی میں یہ تسلیم کیا ہے کہ سابق وزیر اعظم عمران خان کو امریکہ کی طرف سے سنگین دھمکی دی گئی تھی۔ یعنی ہم نے تسلیم کیا کہ ہم اس طرح ذلیل ورسوا ہوئے ہیں اور امریکہ نے کہا کہ ہم نے پاکستان کو یوں ذلیل ورسوا کیا ہے۔ امریکہ کے اس انداز نے پاکستان کی قومی غیرت کو جگایا ہے۔ وگرنہ مہنگائی کی وجہ سے عمران خان کی ساکھ بری طرح متاثر ہوچکی تھی۔ کراچی کے ضمنی الیکشن میں پی ٹی آئی کی پوزیشن پانچویں نمبر پر تھی لیکن آج کراچی کی عوام ان کے لیے ماریں کھا رہی ہے۔ اس کی وجہ عمران کی محبت نہیں ہے بلکہ امریکہ کے اس عمل پر عوام کا جاگ اٹھنا ہے۔ اللہ کرے کہ اس کے مثبت نتائج نکلیں۔

سوال: امریکہ کی مداخلت کا انتخابات کے مطالبے کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

> دینی جماعت کے کارکن اس اصول پر میدان میں آئیں گے کہ ہم خون دینے کے لیے تیار ہیں خون لینے کے لیے نہیں۔ اسی میں پھر خاموش اکثریت کی حمایت حاصل ہوگی اور پھر کامیابی کے امکانات بھی بڑھ جائیں گے۔

ایوب بیگ مرزا: ہر سیاستدان سیاست میں اس لیے آتا ہے کہ وہ اقتدار حاصل کرے اور وہ وقت اور حالات کی تبدیلی کا فائدہ اٹھاتا ہے۔ خود عمران خان کہتا ہے کہ جب میں ایوان اقتدار سے نکلا ہوں تو میں بالکل اکیلا تھا کوئی میرے ساتھ نہیں تھا۔ لوگ ہمیشہ حکمرانوں کے نکلنے پر مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں لیکن پھر کیا ہوا کہ قوم بدل گئی اور عمران خان نے اس کو استعمال کیا۔ اب وہ انتخابات کا اس لیے مطالبہ کر رہا ہے کہ مجھے ووٹ دو گے اور اقتدار دو گے تو میں امریکہ کی غلامی سے نکالوں گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ اقتدار میں آئے گا تو پاکستانی قوم غلامی سے نکل جائے گی۔ میں کہہ رہا ہوں کہ ایک سیاستدان حالات وواقعات کا کس طرح فائدہ اٹھاتا ہے۔

سوال: بیانیہ کے طور پر یہ بات بھی کہی جاتی ہے اگر الیکشن ہوجاتے ہیں اور عوام اگر خود ہی موجودہ حکمرانوں کو منتخب کرلیتے ہیں تو پھر کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن غیر ملکی مداخلت کے نتیجے میں ایسی حکومت نہ آئے؟

ایوب بیگ مرزا: الیکشن کے dynamics بالکل الگ ہوتے ہیں اور جلسوں کے بالکل الگ ہوتے ہیں۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ عمران خان کے جلسوں میں بڑے لوگ آرہے ہیں لہٰذا اس کی جیت یقینی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر عمران خان کے سیاسی حریف انتخابات جیت جاتے ہیں تو عوام بالکل مطمئن ہوجائیں گے ان کے اوپر سے امپورٹڈ کا لیبل اتر جائے گا۔

سوال: عمران خان کا ایک اندرون ملک بیانیہ سامنے آیا اور پھر ساتھ ساتھ ایک بیرون ملک بیانیہ بھی سامنے آیا۔ حال ہی میں عمران خان نے سی این این کے انٹرویو میں کھل کر امریکہ پر تنقید کی۔ کیا یہ رویہ نامناسب نہیں ہے؟

رضاء الحق: یقیناً عمران خان نے ملکی بیانیہ کے ساتھ ساتھ عالمی بیانیہ ترتیب دیا ہے اور انہوں نے بہت جارحانہ انداز سے اس کو بیان بھی کیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ امریکہ نے کس طرح ان کے خلاف سازش کی۔ کچھ کالم نگاروں نے کہا ہے کہ یہ بات پاگل پن (paranoia) پیرانویا تک پہنچ جاتی ہے۔ اصل میں ملکوں کی تاریخ میں کچھ ایسے لوگ آیا کرتے ہیں جو بسا اوقات اپنے ملک کی روایتی سیاست کے بت کو پاش پاش کردیتے ہیں۔ امریکہ کی تاریخ میں اس طرح کی مثال ٹرمپ تھا، وہ جو بات کہنے والی ہوتی تھی وہ منہ پہ کہہ دیتا تھا۔ یہی معاملہ عمران خان کا ہے کہ کئی مرتبہ وہ بہت زیادہ سوچے بغیر ہی کوئی بات کہہ دیتے ہیں۔ یعنی وہ کوئی سوچ بچار نہیں کرتے کہ اس کے نتائج کیا نکلیں گے۔ بظاہر یہ رویہ نامناسب لگتا ہے لیکن ایسے سیاستدانوں کی مثالیں موجود ہیں جو اس انداز سے کامیاب بھی ہوئے اور اپنے ملک کو لے کر آگے بھی گئے ہیں۔

سوال: عمران خان کی لانگ مارچ کی کال کے بعد منزل پر پہنچ کر اچانک دھرنا ختم کرنے کی کیا حکمت ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میری نظر میں وہ شخص سیاستدان نہیں ہے جو بہت ہی ہارڈ لائن اختیار کرتا ہے اور اس میں لچک نہیں ہے۔ سیاست میں انسان کو کسی نہ کسی سطح پر لچک دکھانی پڑتی ہے۔ برصغیر میں سب سے زیادہ اصولی سیاستدان قائداعظم محمد علی جناح تھے لیکن انہوں نے بھی جب کیبنٹ مشن کو تسلیم کرلیا تو ان پر یہ جملے بولے گئے کہ قائداعظم پاکستان کے مطالبے سے دستبردار ہوگئے لیکن قائداعظم بہت بڑے لیڈر تھے۔ انہوں نے یہ کام کرکے

انگریز کو کوئی یکطرفہ قدم اٹھانے سے روک بھی دیا جب دوسری طرف سے پنڈت نہرو کے منہ سے ایک جملہ نکلا تو ردعمل میں قائداعظم نے دوبارہ پہلا موقف اختیار کرلیا۔ عمران خان نے بھی چھ دن کی مہلت دے کر دھرنا ختم کر دیا۔ اب اگر موجودہ حکومت دس بارہ دن میں کوئی الیکشن کا اعلان نہیں کرتی تو پھر یہی سمجھا جائے گا کہ عمران خان بری طرح پسپا ہوئے ہیں اور وہ اپنا ہدف نہیں حاصل کر سکے۔ کیونکہ عمران خان نے چھ دن کا الٹی میٹم دیا ہوا ہے۔ اگر اس الٹی میٹم میں کامیاب ہوتے ہیں تو ان کی کامیابی متصور کی جائے گی۔ اگر حکومت الیکشن کی تاریخ دیتی ہے تو پھر مفاہمت ہوگی اور قوم کی جیت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل پاکستان کو ایک دوسرے کے خلاف خونریزی کرنے سے بچالیا اور دشمنوں کی امیدوں پر پانی پھر گیا اور بالخصوص پاکستان کی سکیورٹی کا مسئلہ حل ہوگیا۔

سوال: جمہوری ممالک میں پُرامن احتجاج کی اجازت کن شرائط کے ساتھ دی جانی چاہیے؟

رضاء الحق: تنظیم اسلامی نظری سیاست اور عملی سیاست میں صرف انقلابی سیاست پر یقین رکھتی ہے۔ انتخابی سیاست پر ہم یقین نہیں رکھتے لیکن اس کے اوپر تبصرہ ضرور کرتے ہیں۔ بادشاہتوں اور آمریتوں کی حکومتوں میں سختی بہت ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کے پاس احتجاج کی گنجائش نہیں ہوتی۔ پاکستان میں اگرچہ درمیان میں مارشل لاءز آتے رہے لیکن اب کچھ عرصے سے جمہوری عمل ہی چل رہا ہے اور اس میں ایک تسلسل نظر آرہا ہے۔ ماضی میں پاکستان میں جب بھی اس طرح کے کشیدہ حالات پیدا ہوتے تھے تو بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کہا کرتے تھے کہ جب تک یہاں اسلامی نظام قائم نہیں ہو جاتا تو اس سے پہلے بہتر یہی ہے کہ آمریت سے بچا جائے اور جمہوری نظام کو بحال کرنے کے لیے الیکشن کروا دیے جائیں۔ جہاں تک احتجاج کی شرائط کا معاملہ ہے تو ہمارے آئین کی شق 8 سے 28 تک بنیادی انسانی حقوق سے متعلق ہیں اور ان میں احتجاج کا آئینی حق لوگوں کو دیا گیا ہے۔ ہم پارلیمانی نظام کے حوالے سے برطانیہ کو فالو کرتے ہیں اور برطانیہ میں لندن کے ہائیڈ پارک میں لوگ اکثر احتجاج کرتے ہیں۔ جب عراق کے اوپر امریکہ نے حملہ کا اعلان کیا تھا اور برطانیہ نے اس کا ساتھ دیا تھا تو تقریباً ایک ملین لوگوں نے وہیں پر آکر احتجاج کیا تھا۔

سوال: کسی جگہ کھڑے ہو کر احتجاج کرنا اور دوسرے پر احتجاج کا پریشر ڈالنا اور دھمکیاں دینا کہ ہم جو بات کہہ رہے ہیں وہ مانو کیا یہ دونوں الگ چیزیں ہیں؟

رضاء الحق: برطانیہ میں یہ روایت ہے کہ اگر کسی کے خلاف تحریک عدم اعتماد کامیاب ہوتی ہے تو وہاں فوری نئے انتخابات کرائے جاتے ہیں۔ البتہ اس روایت کو 2011ء سے 2021ء تک ختم کیا گیا تھا جس کی وجہ سے انہیں بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑا تھا چنانچہ اب وہی روایت انہیں دوبارہ بحال کرنی پڑی۔ اس روایت کی حکمت یہ ہے کہ ملک میں انتشار نہیں پیدا ہوتا اور ملک میں سیاسی امن وامان برقرار رہتا ہے۔ لیکن برطانیہ میں صرف دو یا تین بڑی پارٹیز ہیں اور احتجاج کے دوران ریڈ لائنز کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ پاکستان نظریاتی طور پر ایک اسلامی ریاست ہے جس کی تین بنیادی ریڈ لائنز ہیں۔

1۔ کسی بھی لانگ مارچ یا احتجاج میں دین کے شعائر کے خلاف کوئی بات نہیں ہونی چاہیے۔ یا دین کے شعائر کے خلاف کسی چیز کی منظوری کے لیے لانگ مارچ نہیں ہونا چاہیے۔ ہم عورت مارچ کے خلاف اسی لیے آواز بلند کرتے ہیں کیونکہ اس میں اسلام کے شعائر کے خلاف باتیں ہوتی ہیں اور خلاف اسلام باتوں کو پروموٹ کیا جاتا ہے۔

2۔ اسی طرح یہاں لانگ مارچ کا کاز ایسا نہیں ہونا چاہیے جو ملکی سالمیت کے خلاف ہو۔ بانی تنظیم اسلامی فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان کا معاملہ مسلمانوں کے لیے بڑا عجیب ہے۔ پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا ہے۔ اس کی سالمیت کی حفاظت کی جائے گی تو دین کی حفاظت ہوگی جو اُخروی نجات کا باعث بنے گی۔

3۔ اسی طرح بڑے پیمانے پر امن عامہ خراب کرنے کی کوشش والا لانگ مارچ بھی ریڈ لائن کے زمرے میں آئے گا۔

سوال: تنظیم اسلامی انقلابی سیاست کی دعوت دے رہی ہے۔ اس کے آخری مراحل میں پُرامن احتجاجی تحریک کے ذریعے تصادم کا مرحلہ آتا ہے۔ موجودہ حالات میں تنظیم اسلامی کے لیے کیا سبق ہے؟

ایوب بیگ مرزا: تنظیم اسلامی کی تحریک کے چھ مراحل ہیں۔ پہلا مرحلہ کسی نظریے کو قبول کرلینا۔ دوسرا مرحلہ افراد کو منظم کرنا، تیسرا مرحلہ جماعت کی تشکیل اور تربیت۔ یہ تین بنیادی مراحل ہیں۔ اس کے نتیجے میں ایک ردعمل آئے گا جس پر جماعت کے لوگوں نے صبر کرنا یعنی صبر محض (passive resistance)۔ صبر محض انقلابی جدوجہد کا مشکل ترین مرحلہ ہے۔ اس مرحلے میں وہی کامیاب ہوگا جس کے سامنے دنیا کی اہمیت کم ہوگی اور صرف اُخروی فلاح ہوگی۔ اس میں دنیوی کامیابی اس طرح ہوگی کہ لوگوں کی ہمدردیاں جماعت کے کارکنوں کو حاصل ہوں گی کیونکہ وہ ریاستی تشدد کے باوجود کسی قسم کی جوابی کارروائی نہیں کر رہے ہوں گے۔ پھر شروع میں ان برائیوں کو ختم کرنے پر احتجاج ہوگا جو معاشرے میں متفق علیہ ہیں۔ جیسے سود، فحاشی وعریانی، عدل وانصاف کی عدم دستیابی وغیرہ۔ اس وقت جو جلسے اور جلوس اتنے کامیاب ہو رہے ہیں یہ خالص دنیوی معاملے کے لیے ہیں اگر ان کے ساتھ اللہ کے دین کا معاملہ جڑ جائے تو اس اپ رائزنگ میں مزید نکھار آسکتا ہے۔ یعنی ایک ایسا سیلاب آئے کہ جو باطل کو بہا کر لے جائے اور اس میں کسی قسم کی خونریزی بھی نہ ہو۔ لیکن اس کے لیے پہلے سارے مراحل کو طے کرنا بہت ضروری ہے۔ حالیہ احتجاج میں تحریک انصاف کے کارکنوں کو جس طرح روکا گیا اور ان پر شیلنگ کی گئی تو دینی جماعت کو اس سے زیادہ تکالیف کے لیے اپنا ذہن بنانا چاہیے۔ دینی جماعت کے کارکن اس اصول پر میدان میں آئیں گے کہ ہم خون دینے کے لیے تیار ہیں لیکن کسی کا خون نہیں کریں گے۔ اسی میں پھر خاموش اکثریت کی حمایت حاصل ہوگی اور پھر کامیابی یقینی ہوگی۔ ان شاءاللہ

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

قولِ زریں

اچھے وقت سے زیادہ اچھا دوست عزیز رکھو کیونکہ اچھا دوست برے وقت کو بھی اچھا بنا دیتا ہے۔

سیدہ اُم کجہ انصاریہ رضی اللہ عنہا

فرید اللہ مروت

سیدہ ام کجہ رضی اللہ عنہا انصار کی عالم فاضل خواتین میں سے ایک تھیں۔ ان کی شادی اوس بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور یہ بنی عدی بن عمرو بن مالک میں سے تھے۔ ان کا نسب نامہ مدینہ منورہ میں نجار قبیلے تک پہنچتا ہے۔ جناب اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو باقی قوم کے دوسرے اشراف کے ساتھ دوسری گھاٹی کی بیعت میں شامل ہوئے تھے اور انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کا گرم جوشی سے استقبال فرمایا تھا۔ جس وقت حضور اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے تو مسجد نبوی شریف کی تعمیر میں برابر شریک رہے تھے۔

سیدہ ام کجہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر اوس رضی اللہ عنہ میں مکمل ہم آہنگی اور اتفاق تھا اور دونوں ہی پوری طرح اسلام کے پابند تھے۔ بیوی اپنے شوہر کی فرماں بردار تھی اور شوہر بھی اپنی بیوی کے حقوق اچھی طرح سے پہچانتے اور ان کی پوری قدر کرتے اور دنیا کے راحت اور آرام میں ایک دوسرے کے شریک رہتے۔ اس طرح سے انہوں نے اپنے دین کی عمارت مضبوط ستونوں پر کھڑی کی تھی اور اسے نور ایمان سے محکم بنایا تھا۔

سیدہ اُم کجہ رضی اللہ عنہا دوسری خواتین کے ساتھ جناب رسول اللہ ﷺ کی مجلسوں میں حاضر ہوتیں اور پردے کے پیچھے سے حضور اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ سے شاد کام ہوتیں اور جناب اوس رضی اللہ عنہ مردوں کی مجالس سے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز کی ادائیگی میں پیچھے نہیں رہتی تھیں۔

ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت میں ایک لڑکی عطا فرمائی تھی اور باوجود اس کے کہ اس وقت لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کا عام دستور تھا لیکن ان دونوں میاں بیوی نے طے کیا کہ اس لڑکی کو زندہ رکھیں گے اور اسے زندہ درگور ہرگز نہیں کریں گے۔

ذوقِ عبادت

اُم کجہ رضی اللہ عنہا جب نماز کی ادائیگی اور گھر کے دوسرے کام کاج سے فارغ ہوتیں تو چمڑے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے یا کھجور کے چھوٹے پتے لے کر بیٹھ جاتیں تا کہ جو قرآنی آیات ان پر لکھی ہوتی آپ انہیں پڑھیں اور جہاں تک ہو سکے انہیں زبانی یاد کر لیں۔

غزوۂ بدر کے جہاد میں شمولیت کی تمنا

ایک دن حضرت اوس رضی اللہ عنہ تیزی سے اپنے گھر میں داخل ہوئے اور اپنا جنگی لباس زیب تن کرنے لگے اور انہوں نے سیدہ اُم کجہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مشرکین مکہ سے لڑنے اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے میدان بدر کی طرف جا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے شوہر کی حوصلہ افزائی کی اور ان سے یہ نہیں کہا کہ آپ مجھے کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں کیونکہ انہیں یہ شعور تھا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ اور مددگار ہے اور کافروں کا کوئی ساتھی اور مددگار نہیں۔ انہوں نے اپنے خاوند اور مسلمانوں کے لیے فتح اور سلامتی کے ساتھ کامیابی اور فاتح ہو کر واپس آنے کی دعا فرمائی۔

لیکن ایک بات تھی جو وہ کہنے سے ہچکچا رہی تھیں اور آخر کار وہ بات زبان پر لے آئیں۔ کہنے لگیں میری خواہش ہے کہ میں بھی تمہارے ساتھ مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے نکلوں اور میں بھی تمہاری طرح جہاد کا ثواب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں تا کہ ہم دونوں برابر ہو جائیں۔ یہ سن کر جناب اوس رضی اللہ عنہ صرف مسکرا کر رہ گئے اور سیدہ ام کجہ رضی اللہ عنہا سے فرمانے لگے، اری ام کجہ کیا تو بھول گئی ہے کہ تو حاملہ ہے اور یہ تیرا آخری مہینہ ہے۔ اس صورت میں تمہارا ہمارے ساتھ میدان جنگ میں جانا مناسب نہیں ہے اور پھر تمہاری غیر حاضری میں ہماری بچی کا کون خیال رکھے گا اور جب کہ میرا جہاد تمہارے لیے کافی ہو گا۔ اس لیے کہ میں جہاد میں معمول سے بڑھ کر کوشش کروں گا اور مجھے دوہرا ثواب ملے گا۔ جس میں آدھا میں تجھے دے دوں گا۔ بتاؤ اب تم کیا کہتی ہو۔

اوس تم بڑے اچھے آدمی ہو تم ہر وقت اپنی بیوی کی خوشی چاہتے ہو اور اپنی بیٹی کا بھلا سوچتے اور انہیں خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہو اور ان پر کوئی غم نہیں آنے دیتے اور پھر سیدہ ام کجہ رضی اللہ عنہا مسکرا کر رہ گئیں اور انہیں نیک دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

جھوٹ پر سچ کی فتح

بدر کی جنگ اسلام کی تاریخ میں گھمسان کی جنگ تھی۔ اس میں مشرکین کے بڑے بڑے سرداروں کا فیصلہ ہو گیا تھا اور ان کے قدموں کے نیچے سے زمین نکل گئی تھی اور وہ میدان بدر میں ڈھیر ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی قلت اور دشمنوں کی کثرت کے باوجود انہیں فتح سے ہمکنار فرمایا تھا۔

ادھر میدان بدر میں حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ دین کے دشمن کافروں سے جہاد کی صعوبتیں اٹھا رہے تھے اور ادھر سیدہ ام کجہ رضی اللہ عنہا زچگی کی مشکلات سے گزر رہی تھیں اور یہ چند گھڑیوں کی بات تھی کہ ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جسے سیدہ ام کجہؓ نے خوشی اور فرحت کے ساتھ قبول فرمایا۔

جنگ بدر اور ایمان کے درمیان ایک خون ریز معرکہ تھا۔ اس میں اللہ تعالیٰ اور انسانیت کے دشمنوں کو شکست فاش ہوئی تھی۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نور (اسلام) کو مکمل کرنا چاہتا تھا چاہے مشرکوں کو ناگوار گزرے۔ اس معرکہ میں بڑے بڑے منکروں کے سر جھک گئے اور انسانیت سے لڑنے والے ذلیل ہوئے اور انہوں نے اپنے پیروکاروں کو طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کر دیا اور بڑے بڑے سردار ابوجہل، عتبہ، شیبہ (ربیعہ کے دونوں بیٹے) ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف اور عتبہ بن ابی معیط اور تمام دوسرے نادان اور گمراہ میدان جنگ میں قتل ہوئے اور پھر ایک گڑھے میں ڈال دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور مومنین کے لیے نصرت کا وعدہ کیا تھا، اسے پورا کر دکھایا اور اس فتح کی خبریں فوراً مدینہ منورہ تک پہنچ گئیں اور اہل مدینہ اللہ تعالیٰ کے فاتح لشکر کے استقبال کے لیے مدینہ سے باہر نکلے اور عورتیں بھی باہر آئیں کہ کوئی اپنے باپ کو دیکھے اور کسی کی یہ خواہش تھی کہ دیکھیں اس کے بھائی کے ساتھ کیا گزری اور کوئی خاتون اپنے بیٹے کو دیکھنے آئی تھی۔

مرد مجاہد حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی واپسی

انہی خواتین میں سیدہ ام کجہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہر کی واپسی کی امید میں جا رہی تھیں تا کہ ان کے شوہر اپنی اس خوبصورت بیٹی کو دیکھ لیں جو ان کی غیر حاضری میں پیدا ہوئی تھی لیکن کیا ایسا ہو سکے گا اور یہ بہادر مجاہدین مدینہ منورہ کی طرف جماعت در جماعت اور فرداً فرداً چلتے آ رہے تھے اور سیدہ ام کجہ رضی اللہ عنہا ان کے چہروں کو بغور دیکھتیں کہ کہیں ان کا شاہ سوار شوہر دکھائی دے لیکن بے چینیاں ان کے اندر رینگ رہی تھیں اور طرح طرح کے وسوسے سر اُٹھا رہے

تھے۔ یہ خیالات اور خطرناک وسوسے سیدہ ام کجہ ؓ کو گھیرے ہوئے تھے۔

ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ وسوسوں کے تمام بادل چھٹ گئے اور سامنے سے انہیں اپنے شوہر آتے دکھائی دیئے جو قدم بڑھاتے ہوئے اپنی بیوی اور بچی کی طرف آرہے تھے تاکہ وہ انہیں اپنی شفقت اور عنایت سے ڈھانپ لیں۔ حضرت اوس ؓ کی آرزو تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں بیٹا عطا فرمائے لیکن اللہ کریم قادر مطلق ہے جسے چاہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہے بیٹے عطا فرماتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے جسے چاہے جو دے اور جو اللہ تعالیٰ کی عطا ہو انسان کو اسے خوشی سے قبول کر لینا چاہیے کہ وہ زبردست اور عطا کرنے والا ہے۔

تو اس طرح سے حضرت اوس ؓ اپنے خاندان سے آملے اور انہوں نے اپنی بچی کو اپنے سینے سے لگایا اور اس پر شفقتیں نثار کیں اور پیار سے چوما۔ سیدہ ام کجہ ؓ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی عاجزی کا اظہار کرنے لگیں اور مسلمانوں پر اس کے فضل وکرم کا اور شوہر کے صحیح سالم فاتح ہو کر لوٹ آنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگیں۔

جب حضرت اوس ؓ نے کچھ آرام کر لیا تو انہوں نے سیدہ اُم کجہ ؓ سے حضرات صحابہ کرام ؓ کے میدان جنگ میں مجاہدوں کے کارنامے اور کافروں کی شکست کا بیان کرنا شروع کر دیا کہ کس طرح سے کافروں کو ذلت اٹھانا پڑی اور کفر اور گمراہی کے بڑے بڑے ستون مسلمانوں کے ہاتھوں زمین پر گر کر چکنا چور ہو گئے۔

سیدہ اُم کجہ ؓ کی غزوۂ احد میں شمولیت

جب قریش نے غزوۂ بدر میں ذلت اور رسوائی کا سامنا کیا اور اپنے بڑے بڑے سردار میدان بدر میں گنوا دیئے تو انہوں نے مسلمانوں سے سخت انتقام لینے کے لیے ادھر ادھر عرب علاقوں میں پھر کر عرب قبائل کو اسلام کے خلاف اکٹھا کرنا شروع کیا تاکہ انہیں شکست کا وہ کڑوا گھونٹ نہ بھرنا پڑے جو انہیں میدان بدر میں بھرنا پڑا۔

اس مرتبہ جناب اوس ؓ سیدہ ام کجہ ؓ کو احد کی طرف لے جانے سے نہ روک سکے۔ انہوں نے اپنی دونوں بیٹیوں کو اپنی ماں کے پاس چھوڑا حالانکہ انہیں جنگ کرنے کی مشق تو نہیں تھی لیکن یہ زخمیوں کا دوا دارو اور مرہم پٹی تیار کرنے کی تو اہل تھیں اور اس کے علاوہ پیاسے مجاہدوں کو پانی پلا سکتی تھیں اور سیدہ اُم کجہ ؓ کو جہاد میں جانے کا نہایت ہی شوق تھا اور اب اپنے شوہر کے ہمراہ ہی میں احد کی جانب جا کر ان کی آرزو پوری ہو رہی تھیں۔

سیدہ ام کجہ ؓ کے شوہر کی شہادت

میدان احد میں بہت جلیل القدر صحابہ کرام ؓ شہید ہوئے جن میں سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبد المطلب، سعد بن ربیعہ، عبد اللہ بن عمرو بن حرام، حضرت حنظلہ غسیل ملائکہ، عمرو بن الجموع اور انس بن نضر شامل تھے۔ سیدہ اُم کجہ ؓ نے مشرکوں کے مقابلہ میں اپنے شوہر کی شجاعت اور جنگ جوئی کا مظاہرہ دیکھا تھا۔ لیکن وہ دشمنوں کی صفوں میں گھستے چلے گئے اور سیدہ ام کجہ ؓ کی نظروں سے ایسے اوجھل ہوئے اس کے بعد وہ انہیں کبھی نہ دیکھ سکیں۔ جب معرکہ کا ہنگامہ فرو ہوا تو انصار خواتین اپنے مقتولوں کو دیکھنے نکلیں تو سیدہ ام کجہ ؓ نے اپنے شاہ سوار شوہر کو ایک میدان میں پڑے پایا کہ ان میں کوئی حس و حرکت نہیں تھی اور ان کا پاک جسم خون آلود تھا۔ تو وہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتی ہوئی اور ان کے لیے استغفار کرتی ہوئی واپس لوٹیں۔

اب ان کے اندر خوشی اور غم کی جنگ ہو رہی تھی غم تو اس بات کا تھا کہ وہ اور ان کی دونوں بیٹیاں خاندانی سہارے سے محروم ہو گئی ہیں اور خوشی اس بات کی کہ ان کے شوہر نے شہادت کا مرتبہ پایا ہے۔

سیدہ ام کجہ ؓ کی وجہ سے آیات قرآن نازل ہوئیں

سیدہ ام کجہ ؓ کو اپنے شہید شوہر کی جدائی کے صدمے کے علاوہ ایک اور صدمہ پیش آیا کہ حضرت اوس ؓ کے چچا زاد بھائی نے آکر ان کا چھوڑا ہوا تمام مال ساز و سامان اپنے قبضے میں کر لیا اور سیدہ ام کجہ ؓ اور ان کی بیٹیوں کو بے سہارا چھوڑ دیا، کیونکہ زمانہ جاہلیت کا یہی ظالمانہ دستور تھا کہ مرنے والے کی جائیداد میں سے اس کی بیوی اور اولاد کو کچھ نہیں ملتا تھا۔

اس لیے سیدہ ام کجہؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور تمام ماجرا حضور اکرم ﷺ کو کہہ سنایا۔ تو جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت اوس ؓ کے چچا زاد کو بلا کر مال کے بارے میں پوچھا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس مال میں اس کا اور اس کی اولاد کا کوئی حق نہیں۔ نہ یہ گھوڑے پر سوار ہو سکتی ہے اور نہ یہ ہتھیار اُٹھا کر دشمن سے لڑ سکتی ہیں اور زمانہ جاہلیت میں یہ دستور چلا آرہا ہے کہ عورتیں اور چھوٹی اولاد مرنے والے کی وارث نہیں ہوتی ہیں۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی جاؤ میں انتظار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں کیا حکم دیتا ہے۔

اس طرح سے سیدہ ام کجہ ؓ اپنی بیٹیوں سمیت اپنے اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار فرمانے لگیں اور ان کے دل کو تسلی تھی کہ اللہ تعالیٰ ظلم نہیں ہونے دے گا، کیونکہ اس کے اچھے ناموں میں سے ایک نام العدل ہے، یعنی نہایت انصاف کرنے والا۔ تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ قرآنی آیات نازل ہوئیں۔ ''جو مال ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ مریں تھوڑا ہو یا بہت اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی یہ حصے (اللہ کے) مقرر کیے ہوئے ہیں اور جب میراث کی تقسیم کے وقت (غیر وارث) رشتہ دار اور یتیم اور محتاج آجائیں تو انہیں بھی اس میں سے کچھ دے دیا کرو اور شیریں کلامی سے پیش آیا کرو اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو (ایسی حالت میں ہوں کہ) اپنے بعد ننھے ننھے بچے چھوڑ جائیں اور ان کو ان کی نسبت خوف ہو (کہ ان کے مرنے کے بعد ان بے چاروں کا کیا حال ہوگا) پس چاہیے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور معقول بات کہیں۔ جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور وہ دوزخ ڈالے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں ہدایت فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے اور اگر میت کی اولاد صرف لڑکیاں ہی ہوں (یعنی دو یا) دو سے زیادہ تو کل ترکے میں ان کے دو تہائی اور اگر صرف ایک لڑکی ہو تو اس کا حصہ نصف اور میت کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو ایک تہائی ماں کا حصہ اور مرنے والے کے بھائی بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ (اور میت کے ترکہ) کی یہ تقسیم وصیت (کی تکمیل) کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض کے (ادا ہونے کے بعد جو اس کے ذمہ ہو عمل میں آئے گی) تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے باپ دادوں اور بیٹوں کو تم میں سے فائدے کے لحاظ سے کون تم سے زیادہ قریب ہے یہ حصے اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔'' (النساء: 7 تا 11)

تو جناب رسول اللہ ﷺ نے سیدہ ام کجہ ؓ اور ان کی دونوں بیٹیوں اور بیٹیوں کے باپ کے چچا زاد کو بلایا اور اس آدمی سے فرمایا کہ دونوں بیٹیوں کو تیسرا تیسرا حصہ دے دو اور ان کی ماں کو مال کا آٹھواں حصہ دے دو۔ جو بچ جائے گا وہ تمہارا ہے۔

تو کیا آسمانی عدالت کے انصاف کے بعد کسی کو کچھ اعتراض ہو سکتا ہے؟ (ہرگز نہیں۔) اللہ تعالیٰ سیدہ ام کجہ ؓ پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

مرگِ خاموشی

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

مرزا غالب نے کہا تھا: ع زبان، اہلِ زباں میں ہے مرگِ خاموشی۔ ہم کم وبیش ڈیڑھ ماہ خاموشی کا قتلِ عام بھگتتے رہے۔ اب چند دن سکون وعافیت میں زخمی خاموشی کی مرہم پٹی ہوتی رہی۔ چھ دن کا الٹی میٹم ختم ہونے کے بعد اب اللہ ہماری سماعتوں کو عافیت میں رکھے۔ دھمکیاں بدستور جاری ہیں: ''یہ...... نہیں بچیں گے، ہم کسی صورت موقف سے پیچھے نہیں ہٹیں گے...... اب نکلے تو واپسی ناممکن...... حق نہ ملا تو چھین کر لیں گے!'' (آزادی مارچ قرار دیا تھا خاموشی کے اس جنازے کو۔) کشمیریوں کا نعرہ ''ہم چھین کے لیں گے آزادی'' پر انہوں نے قبضہ جمالیا۔ موجودہ حکومت، بھارتی حکومت کے مترادف ہوگئی اور حکمرانی ان کا پیدائشی حق ٹھہرا۔ سینہ زوری ہو تو ایسی! معیشت کو اربوں روپے کا جھٹکا لگا۔ ان کے چند ہزار نے اسلام آباد میں آتش زنی، توڑ پھوڑ، تشدد کا بازار گرم رکھا۔ اب 20 لاکھ افراد لانے کی دھمکی ہے۔ اگرچہ پہلے بھی دھمکیوں کے غبارے کی ساری ہوا نکل گئی۔ ماسوا اس کے کہ کیلوں سے لیس ڈنڈے، پیٹرول بھری بوتلیں، غلیلوں میں بھرنے کو شیشے کے ٹھوس سرتوڑ بنٹے چلانے والے، گھیراؤ جلاؤ کرسی پر بٹھاؤ والا جمہوری حق بخوبی استعمال کر گئے! خود اعتمادی کا یہ عالم تھا کہ شہر میں پورے طنطنے سے یہ حملہ آور تھے۔ شہری دم سادھے گھروں میں دبکے بیٹھے تھے۔ ہکڑ باز جتھہ کھلا پھر رہا تھا، جسے ملکی آزادی، سلامتی، استحکام، معیشت کی زبوں حالی سے کوئی غرض نہ تھی۔ نجانے اس شترِ بے مہاری کی منطق کیا تھی؟ سرچشمہ کیا تھا؟ للہ ملک مزید کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

حکومتِ وقت کو بھی سودی قرضہ ملنے پر انقلابی کفایت شعارانہ اقدامات کی ضرورت ہے۔ حکومتی اللے تللے (جو ہر دور میں جاری رہتے ہیں) شہ خرچیاں، تزئین وآرائش، دعوتوں، سیر سپاٹوں، سیاحتوں، بھاری بھرکم پارلیمانی اخراجات، مشاہرے۔ غیر پیداواری اخراجات کی مد میں بہتا مال، سبھی پر بند باندھنا ہوگا۔ یہی قرضے لے کر کوریا ایک صنعتی قوت بن کھڑا ہوا، جو ہمارے ہاں بدعنوانی کی نالیوں میں بہہ گئے۔ غرض یہ کہ سودی قرضے اور آئی ایم ایف کا شکنجہ، عوام پر لادنے اور گردن دبانے کے کام نہ آئے۔ مرے کو مارے شاہ مدار! رحم کریں عوام کی حالتِ زار پر جو اپنی سادہ لوحی سے آپ سب کے جلسے بھرنے کے لیے دو وقت کی روٹی، قلیل یومیہ معاوضے پر کرائے کے ٹٹو بنے ''عوام کا سمندر'' بنانے پکنک سمجھ کر آجاتے ہیں۔ نعرے لگا دیتے ہیں، آگ لگا کر بھڑاس نکال لیتے ہیں۔ حقائق کتنے تلخ ہیں، قومی معیشت، خودمختاری اور سلامتی کو وہ کیا جانیں۔ ترقیاتی منصوبے، ڈیم بنانے کی شدید ضرورت سے مکمل اعراض کی انہیں کیا خبر۔ آبپاشی چھوڑ اب تو آب نوشی کے بھی لالے پڑے ہوئے ہیں۔ دریاؤں کے منہ پر خشکی کی پپڑیاں جمی ہوئی ہیں، دھول اڑ رہی ہے، یہاں کرسی کرسی کھیلنے سے فرصت نہیں۔

کے پی کے کے سرکاری وسائل سیاسی مہم جوئی میں اجاڑے گئے۔ سازش تو ملک کو عدم استحکام میں جھونکنے کی یہ ہے۔ آئی جی اسلام آباد نے وزارت داخلہ کو نہایت سنگین صورت حال سے مطلع کیا ہے کہ اسلام آباد پولیس کے علم واجازت کے بغیر خیبر پختونخوا، گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر سے مسلح پولیس اور ایف سی کے دستوں نے بنی گالہ میں عمران خان کی رہائش گاہ کے باہر کیمپ لگائے ہیں۔ کیا یہ اسلام آباد فتح کرنے اور خانہ جنگی کی تیاری ہے؟

قومِ ثمود کے 9 فسادی مسلح جتھے تجارتی فساد کے مرتکب، ناکے لگا کر لوٹنے والے تھے۔ آج عوام کا ناطقہ ایسی ہی ہمہ نوع لوٹ مار نے بند کر رکھا ہے۔ کل ان کا یہ خیال تھا کہ دنیاوی ترقی تو جھوٹ، بے ایمانی، بداخلاقی کے بغیر ممکن نہیں۔ ایمانداری سے دنیا برباد ہوتی ہے! آج ہمارے ہاں یہی زندگی کا چلن ہے۔ بدعنوانی اور مال حرام کا دور دورہ ہے۔ ناجائز قبضے زمینوں کے، ناسور کی طرح بڑھ چکے ہیں جو گناہوں میں بدترین انجام سے دوچار کرنے والا گناہ ہے، مگر لبرلزم، سیکولرازم کا پرچار اور دنیا پرستی کا وائرس قوم کو بے حسی اور شقاوتِ قلبی میں مبتلا کرچکا ہے۔ گناہ، ثواب، آخرت کا حوالہ کہیں نہیں ہے۔ خصوصاً زمین پر ناجائز قبضہ کتنا ہولناک ہے، حدیث ملاحظہ فرمائیے: ''جس شخص نے کسی کی ایک بالشت زمین پر بھی ناحق قبضہ کرلیا قیامت کے دن سات طبق زمین کا طوق اُس کے گلے میں پہنایا جائے گا۔'' (بخاری، مسلم) یاد رہے کہ ایک مکعب میٹر زمین کا وزن تقریباً 1500 کلو گرام ہوتا ہے۔ پناہ بخدا! گھر تو واپس جانا ہے۔ اپنا حساب خود چکانا ہے۔

ظلم یہ بھی ہے کہ اسلام صرف سادہ لوح عوام کو بہلانے کا ایک ذریعہ بنا دیا گیا ہے۔ اس کا تذکرہ ہر لیڈر کی ضرورت اور مجبوری ہے۔ عملی زندگی سے حقیقی اسلام کا کوئی گزر اِن سیاست دانوں کے ہاں نہیں، الا ماشاء اللہ! عوام کی عقل سے سرِعام کھیلنے کی حد تو قاسم سوری کا وہ کلپ ہے جس میں وہ عمران خان کے کان میں تقریر کو ''اسلامی ٹچ'' دینے اور حضور ﷺ بارے بات کرنے کو کہتے ہیں۔ فوراً بجتے باجوں، موسیقی کے بیچ چھوٹا سا وقفہ دے کر خان صاحب کھنکھار کر گرجے: ''میں...... مَیں نبی کریم ﷺ کا پیروکار ہوں، خود کو عاشقِ رسولؐ کہتا ہوں۔'' نمازوں سے فارغ جلسے جلوس، اذانوں کے مقابل جلسے، یہ اعلان فرما کر باجوں کا سلسلہ پیروکار اور عاشق کے ہاں دوبارہ شروع ہوگیا! اسلام کو معاف ہی رکھیے۔

آئی ایم ایف کے سودی قرضوں کے پیچھے ہر حکومت بشمول خان صاحب دیوانہ وار لپکی۔ اسلام تو وہیں (سود کے ہاتھوں) دھرے کا دھرا رہ گیا۔ یہ ترقی کا شیطانی سبق ہمیں معاشی خوشحالی کے نام پر پڑھتے عمریں بیت گئیں۔ ''شجرۃ الخلد'' دائمی زندگی عطا کرنے والا، سودی قرضوں سے لدا درخت! اور ''ایسی بادشاہی جو کبھی زائل نہ ہو'' کا سبق جس سے ابلیس نے اوّلین جھانسہ دیا تھا، آج وہی ہمیں اس قرضوں کی دلدل میں اتار چکا ہے۔ مغرب کی معاشی غلامی ہی ہمیں شرمناک مطالبات قبول کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اسرائیل سے جو ''بیک ڈور سفارتکاری'' این جی او کے نام پر پاکستانی وفد کے دورے کی چل رہی ہے وہ خطرے کی علامت ہے۔ سعودی

عرب، امارات کی مہربانیاں بھی کچھ کم مطالبے اپنے پیکیج میں نہیں رکھتیں۔ حسب سابق فی الوقت تو حکومت اور دفتر خارجہ انکاری ہے اس دورے پر۔ اور فلسطین پالیسی میں تبدیلی نہ آنے کی یقین دہانی ہے۔ تاہم اسرائیلی صدر کی چھپائے نہ چھپتی خوشی اور خوشگوار حیرت کا اظہار کچھ اچھی علامت نہیں ہے۔ جب 22 کروڑ کی دال روٹی کے لالے پڑ جائیں تو حکمران بہت کچھ بیچنے پر رضامند کیے جاسکتے ہیں۔ کشمیر پر ہماری کمزوری کا جو عالم ہے، فلسطین پر ہم کیونکر جرم کرپشت پناہی کر پائیں گے؟ خلیجی ممالک کی ایمانی غیرت وحمیت اسرائیل کا بلیک ہول نگلتا چلا گیا۔ سب ہمارے سامنے ہے۔

قوم کو اس پر چوکس رہنا ہوگا۔ اسے محض پی ٹی آئی کی طرح تقریروں میں سیاسی بلیک میلنگ کے لیے استعمال نہ کیا جائے بلکہ اسے عقیدے اور ایمان کی بنا پر مضبوط موقف سے درست رکھنا لازم ہے۔ عرب دنیا کی بے اعتنائی اور زبانی جمع خرچ کے مسلسل طرزِ عمل کے ساتھ یہ صرف پیکرِ عزم وہمت فلسطینی ہیں جو پوری اُمت کا فرض تنہا، بے یارومددگار ہوکر بھی نبھا رہے ہیں۔ القدس جانا ان کے لیے مشکل ترین بنا دیا گیا۔ یوکرین پر روسی حملے نے فلسطینی صورت حال دھندلا رکھی ہے۔ مغربی دنیا یوکرین پر بے قرار ہے۔ اس پر ایک وڈیو کلپ میں انہیں یہ مشورہ دیا جا رہا ہے کہ آپ سکھ کی نیند سونے کے لیے یہ فرض کرلیں کہ یہ سب کچھ یوکرین نہیں، فلسطین، افریقہ یا کہیں اور (برما، کشمیر، شام) ہو رہا ہے تو آپ بے غم ہو جائیں گے! اور آج کی دنیا مسلمانانِ عالم کے لیے اتنی ہی سفاک ہے، اور ہم خود بھی کچھ کم نہیں!

ادھر امریکا اپنا بویا کاٹ رہا ہے۔ دنیا بھر میں اپنا اسلحہ بیچنے، جنگوں میں بڑے بڑے خطے جھونک دینے والے کے اپنے ہاں آئے دن فائرنگ کے واقعات نے جینا دوبھر کر دیا ہے۔ قاتلانہ جنون کی آگ اب ان کے اپنے دامن کو جا لگی ہے۔ فلسطینی، شامی، لبنانی، افغانی بچے مارنے والوں کے ہاں اب ٹیکساس اسکول فائرنگ میں 18 سالہ سپوت نے 21 مار ڈالے اور 14 زخمی کیے۔ اذیت ناک المیہ کہ یہ شکار دوسری تا چوتھی جماعت کے کم سن بچے تھے۔ امریکی پرچم سرنگوں رہا۔ اگرچہ امریکی سرکار کو سرنگوں ہونے کی ضرورت تھی!

❀❀❀

وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے　جو ہر نفس سے کرے عمر جاوداں پیدا

حاملین و وارثینِ قرآن کے نام اہم پیغام

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تمام تصانیف
اور
مکتبہ خدام القرآن کی دیگر کتابوں پر مشتمل

موبائل فون ایپلیکیشن Tanzeem Digital Library

گوگل پلے سٹور اور آئی فون ایپ سٹور پر دستیاب ہے

GET IT ON Google Play

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

شعبہ تحقیقِ اسلامی
مرکزی انجمن خُدّام القرآن لاہور
TanzeemDigitalLibrary.com

رفقاء متوجہ ہوں

''مسجد جامع القرآن کمپلیکس پیہونٹ نزد نیلور اسلام آباد'' میں
17 تا 19 جون 2022ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)
نقباء کورس (نئے ومتوقع نقباء کے لیے) کا انعقاد ہو رہا ہے
زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔ (موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں)
اور 17 تا 19 جون 2022ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)
امراء، نقباء ومعاونین تربیتی ومشاورتی اجتماع
کا انعقاد ہو رہا ہے
نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کرکے تشریف لائیں۔ ☆ اسلام کا انقلابی منشور (سیاسی سطح پر)
زیادہ سے زیادہ امراء، نقباء ومعاونین پروگرام میں شریک ہوں۔ (موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں)
برائے رابطہ: 0334-5309613/051-4866055/051-2751014
المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

Riba: An Instrument for the Relegation of Wealth

Abu 'Isa

T The decision on the prohibition of interest by the FSC is a laudable course of action and a step in the right direction.

In the culmination of decades-long struggle to declare interest Haram, the FSC (Federal Shariat Court) initiated the process by passing a monumental decision declaring all forms of interest-based transactions as being absolutely Haram, and stating a deadline of five years for its eradication and transition to an economic system in Pakistan based on the Islamic principles, on April 28, 2022.

There is, in reality, a dire need to grasp the true origins, direction and purpose of the modern economic system based on Riba. The origins of the current monetary system are entrenched in a specific class's lust for power and control, spiced with a predominant concept of Manifest Destiny, hailing from Western Europe in the early 17thcentury. The Bank of England pioneered the practice of coining its own credit into money, while other banks were merely banks of deposit. The European-Jewish House of Rothschild took control of the Bank in the 19thcentury, after which its reach became global. Before this acquisition, they had already figured out the fact, in Frankfurt, that unprecedented wealth could be amassed by lending governments on interest (after artificially creating demand), rather than local landowners and businessmen. Consequently, a gradual looting of the United States and Europe commenced thereafter. Water down the concept of interest-based transactions to local economics and you are left with an upside-down funnel which vacuums the wealth of the masses into the hands of a few predatory elite. As if this was not corruptive enough, these elites are further used as surrogates and agents for an imperial agenda century in the making. Insert the IMF (International Monetary Fund) and Bretton Woods into the equation, spawns of the same scheme of dominance, and the Muslim Ummah (nation) is faced with new and strange economic terminologies. Local currencies used in a country, and "hard" currencies used in transactions between countries – none of them backed by anything. A handpicked few, by default, get regal status, while all other must prostrate to them. On top of this, the leading bankers drive the direction of interest rates, at their convenience, securing themselves, and their benefactors, from revolutions, and playing prominent roles in wars, revolutions, espionage, and business panics. Interest in Islam is absolutely Haram, and there is no way around it. Even so, it must be recognized that the current economic predicament cannot be described simply by the word "interest", it is something far more sinister. It must be further understood that the word "interest" has been used so far with conscious intent. Interest does not equal Riba; it is a lazy translation. Riba is each and every kind of economic oppression, which can be understood from the Hadith where the Prophet *(SAAW)* is reported to have said:

"Riba has seventy parts, the least important being that a man should marry his mother." *(Mishkat Al-Masabih, Hadith 2826)*

Transactions involving interest or usury are only a part of Riba, it is actually inclusive of a lot more. As for the severity and weight of the sin of Riba, the Prophet *(SAAW)* said:

"A dirham which a man knowingly receives in Riba is more serious than thirty-six acts of fornication." *(Mishkat Al-Masabih, Hadith 2825)*

The Qur'an is categorical in its tone when it addresses Riba. There are two similitudes which are presented in striking contrast. Firstly, in Surah Al-Baqarah, Allah*(SWT)* makes mention of the disbelievers' saying, especially addressing the Jewish population, that Riba is just another form of business. He*(SWT)* then replies to it by simply declaring that He*(SWT)* made business Halal, while Riba is Haram, drawing a comparison between the two. Business is when the person investing his capital embraces risk, such that he can either

make a profit or suffer a loss, leaving the door open for Divine Command to interfere and circulate wealth among the people. Meanwhile, in the case of Riba, the person immunizes himself from all sorts of risk, either through the nature of the transaction or through brute force. The second example can be found in Surah Ar-Rum, where Allah *(SWT)*strikes a distinct juxtaposition between Riba and charity, and states that Riba shall never increase with Him*(SWT)*, even though it may seem to multiply in this world. It is vital to understand the attributes which differentiate Riba and charity. In the case of Riba, the person adopts a mannerism of unfeeling, malevolent selfishness towards his brother, such that he takes, yet gives nothing in return. Meanwhile, in charity, the person pivots towards goodwill and benevolence in order to give without the desire for return, not even thankfulness.

The decision by the FSC should be supported and nurtured, but what is of greater importance is to understand the fact that this ruling must not be considered a sufficient eradication of Riba from society. There is need to recognize other forms of Riba, including covert Riba in the form of Islamic Banks, engineered specifically for the discerning Muslim, and the lack of a free and fair market because of the use of fiat currency and the abandonment of Sunnah currency.

In order to practically implement the prohibition of Riba, the Sunnah strategy must be applied which ultimately produced a modus vivendi birthing fair economic opportunities, and will produce such results once more if the application is faithful to the archetype. The Prophetic way involved gradual impositions of laws of nullifications and climaxed with the total abolition of Riba. God willing, efforts of similar manner shall bear fruit, and free the nation from the grip of a curse which drags to Hell, and a war that cannot be fought.

The words expressly are "a pound of flesh."
Take then your bond, take you your pound of flesh...
William Shakespeare, The Merchant of Venice, Act 4, Scene 1

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر بٹ کشمیری فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 33 سال، تعلیم ایم فل انگلش، صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا لاہور سے رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:0307-4000353

☆ لاہور میں رہائش پذیر مغل فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 27 سال، تعلیم بی ایس سی الیکٹریکل انجینئر، قد "9 .'5، گورنمنٹ جاب کے لیے لاہور سے دینی مزاج کی حامل ہم پلہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔
برائے رابطہ:0300-4895766

☆ لاہور میں رہائش پذیر مغل فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 40 سال، تعلیم میٹرک قد "9 .'5، اپنا کاروبار کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات یا شہر کی کوئی قید نہیں۔ برائے رابطہ:0322-0845639

☆ لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم ایم فل (اردو ادب) قد "3 .'5، صوم وصلوٰۃ اور پردے کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل ہم پلہ رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:0300-4831729

☆ لاہور میں رہائش پذیر سینئر رفیق تنظیم اسلامی، راجپوت فیملی، کو اپنی بیٹی، تعلیم ایم فل (پولیٹیکل سائنس، کنیئرڈ کالج) قد "5 .'5، عمر 25 سال، لیکچرار، شرعی پردہ کی پابند کے لیے دینی مزاج کا حامل، اعلیٰ تعلیم یافتہ، ہم پلہ رشتہ درکار ہے۔ دنیا کی راہ ورسم ورواج سے آزاد، قرآن وسنت کی رہنمائی میں فریضۂ نکاح ورخصتی۔ بینکرز اور وکلاء سے معذرت۔ برائے رابطہ:0334-9751067

☆ لاہور میں رہائش پذیر نیک شخص کو عقد ثانی (پہلی بیوی فوت)، عمر 56 سال، ذاتی گھر، گورنمنٹ جاب کو عقد ثانی کے لیے نیک سیرت وخوبصورت کنواری، بیوہ، مطلقہ خاتون کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:0300-8100923

عیدالاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی

اور

حج اور عیدالاضحیٰ اور اُن کی اصل روح قرآن حکیم کے آئینے میں

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کی ایک تقریر اور ایک تحریر پر مشتمل مختصر مگر جامع کتابچہ

☆ 56 صفحات ☆ قیمت (اشاعت خاص) 50 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون 35869501-03
www.maktaba.com.pk Whatsapp No. 0301-1115348

پاکستان میں سود کے خلاف ہونے والی کوششوں کی مختصر تاریخ

☆ 1948ء میں اسٹیٹ بینک کی عمارت کے افتتاح کے موقع پر قائداعظمؒ نے فرمایا: ''ہمیں مساوات اور معاشرتی انصاف کے حقیقی اسلامی تصور پر مبنی ایک معاشی نظام دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوگا''

☆ 1956ء اور 1962ء کے آئین میں ربا کے خاتمے کی شق شامل کی گئی۔

☆ 1969ء اسلامی مشاورتی کونسل نے ملک میں رائج نظامِ بنکاری کے تحت جاری کیے جانے والے قرضوں اور سکیموں کو سودی قرار دیا۔

☆ 1973ء دستور پاکستان کی دفعہ 38F میں طے کیا گیا کہ سود کو جلد از جلد ختم کرنا ریاست کی منصبی ذمہ داری ہے۔

☆ 1977ء اسلامی نظریاتی کونسل کو غیر سودی معیشت کے قیام کے لیے سفارشات مرتب کرنے کا کام تفویض کیا گیا۔ 1980ء میں کونسل نے اپنی حتمی رپورٹ شائع کی۔

☆ 1991ء وفاقی شرعی عدالت نے bank interest کو ربا یعنی سود قرار دیا۔

☆ 1992ء میں حکومت نے سپریم کورٹ میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کی جس کی 1999ء تک سماعت نہ ہو سکی۔

☆ 1997ء میں ڈاکٹر اسرار احمد ﷫ کی کوششوں سے مسلم لیگ حکومت نے ایک اور کمیشن قائم کیا اور اس نے بھی اپنی رپورٹ پیش کر دی۔

☆ 1999ء سپریم کورٹ نے وفاقی شرعی عدالت کے 1991ء کے فیصلے کو درست قرار دیا اور سودی قوانین کے خاتمے کے لیے جون 2001ء کی تاریخ مقرر کر دی۔

☆ جون 2002ء میں سپریم کورٹ کے نئے شریعت اپیلٹ بینچ نے سابقہ دونوں فیصلوں کو کالعدم قرار دے دیا اور معاملہ از سرِ نو جائزے کے لیے واپس فیڈرل شریعت کورٹ کو ریمانڈ کر دیا۔

☆ 2013ء میں گیارہ برس بعد وفاقی شرعی عدالت میں ریمانڈ شدہ کیس سماعت کے لیے مقرر (fix) کیا گیا مگر متعدد سماعتوں کے باوجود کورٹ نے فیصلہ نہیں دیا۔ بینچ بنتے رہے اور ٹوٹتے رہے۔ ہر بار سماعت گویا از سرِ نو شروع کی جاتی رہی۔

☆ 2015ء میں آئین کی دفعہ 184(3) کے تحت سابقہ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کی طرف سے سپریم کورٹ میں سود کے خاتمے کے لیے ایک پٹیشن جمع کروائی گئی۔ اس پٹیشن کو خارج کر دیا گیا کہ سود کا معاملہ وفاقی شرعی عدالت میں زیرِ سماعت ہے۔

☆ 2019ء میں کورٹ کے دائرہ کار پر بحث کے دوران اُس وقت کے اٹارنی جنرل نے یہ موقف اختیار کیا کہ اس کیس کے حوالے سے وفاقی حکومت وفاقی شرعی عدالت کی jurisdiction کو چیلنج نہیں کرتی۔

☆ فروری 2021ء میں اٹارنی جنرل نے یہ موقف اختیار کیا کہ وفاقی حکومت وفاقی شرعی عدالت کی jurisdiction کو تسلیم نہیں کرتی۔

☆ 29 اپریل 2022ء کو وفاقی شرعی عدالت نے نہ صرف بنک انٹرسٹ کو ربا قرار دے دیا بلکہ مختلف اہداف کو سامنے رکھتے ہوئے تین ٹائم فریم بھی دیے ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔

(i) دس قوانین ایسے ہیں جن کے بارے میں عدالت نے فیصلہ دیا ہے کہ وہ یکم جون 2022ء کو ختم ہو جائیں گے۔

(ii) سود کو تحفظ دینے والے تقریباً 26 قوانین کی جگہ نئے قوانین بنانے کے لیے 31 دسمبر 2022ء تک کی ڈیڈ لائن دی ہے۔

(iii) 31 دسمبر 2027ء تک پورے سودی نظام (اسلام کا عادلانہ نظامِ معیشت) میں تبدیل کرنا ہے۔

☆ علاوہ ازیں وفاقی شرعی عدالت نے آئین کی شق 3-29 کے مطابق نئے قوانین کو مؤثر بنانے کے لیے حکومت کو یہ بھی ہدایت کی ہے کہ ہر سال باقاعدہ پراگریس رپورٹ قومی اسمبلی اور سینٹ میں پیش کی جائے تاکہ ہر سال پیش رفت سامنے آتی رہے۔

☆ اس طرح تقریباً 30 سال قبل 1991 سے سود کے خلاف جو کوششیں شروع ہوئی تھی الحمد اللہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بار آور کر دیا۔ البتہ ہماری جدوجہد ابھی ختم نہیں ہوئی۔ شر کی علمبردار قوتیں یقیناً اس فیصلے کے نفاذ میں رکاوٹیں کھڑی کریں گی۔ اب ہمارا کام یہ ہے کہ ہم ان کی کوششوں کو کامیاب نہ ہونے دیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین

انسدادِ سود کی کوششوں کی مزید تفصیل کے لیے www.giveupriba.com ملاحظہ کیجیے

بانیٔ تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمد﷫

تنظیمِ اسلامی
www.tanzeem.org

امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ ﷾

Vol. 31 Regd. C.P.L NO. 114 No.22

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore